پیشوا انٹرنیشنل

اردو زبان میں لندن سے گزشتہ پانچ برس سے مسلسل شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد 6۔شمارہ 3۔جولائی تا ستمبر 2019ء۔زیرادارت رانا محمد حسن خاں

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ.Morden-Surrey

Tel. 020 3674 7909,Mobile.07792998973,E.mail.peshwaltd@gmail.com

www.peshwa.co.uk

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چیف ایڈیٹر رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید مارکیٹنگ مینیجر رانا عبدالصمد خاں سرورق محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر۔ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیات قرآن الحکیم۔حدیث النبیؐ۔مشعل راہ 2
اداریہ ”مسئلہ کشمیر اور مظلوم کشمیری“ 3
حیدرآباد دکن سے پاکستان تک! 5
جنٹلمین گیم اور عسکری علامت نگاری 7
مریم صاحبہ کا عدلیہ پر ایک اور وار 9
یکساں نظام تعلیم 11
مسدس حالی (انتخاب) 12
بدلو سوچ۔۔۔بدلو زندگی 13
عجائبات انسانی 15
اقلیتوں کے حقوق 17
مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط9) 18
ہندو استاد پر توہین رسالت کا الزام 22
مکہ مکرمہ قسط2 23
باروخ سپینوزا (Baruch Spinoza) 26
کیا یہ وہی دور تو نہیں؟ قسط3 29
نظریہ پاکستان اور ڈاکٹر محمد اقبالؒ 31
یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات 32
ہومیوپیتھک نسخہ جات (بواسیر، درد شقیقہ) 35
شمائل نبوی ﷺ (قسط7) 37
آوارگانِ دشتِ خار (قسط19) سیلز ٹیکس اور پولیو کے قطرے۔خُدارا! اہلسنت کو خلفشار اور انتشار سے بچائیں!۔ ضیاءالحق کی اسلامائزیشن۔ مسجدوں کے مُلا اور حجروں کی مخلوق۔آوارہ عصمتیں۔فتنہ عظیم۔الحاد وارتداد کا تابوت۔مَیں محض مٹی ہوں!۔ایوب خان کی آخری خواہش 40
گلہری (Quirrel) کی اقسام۔ 45
تبصرہ کتاب (کنڈیاں دی واڑ)۔۔۔افسانچے!!! 46
شعر و شاعری: اخترؔ آزاد۔ظفر اقبال۔فیض احمد فیضؔ۔سلیم کوثر۔وسیمؔ بریلوی۔اسرارؔ رضوی۔منیرؔ نیازی۔امتہ الباری ناصر صاحبہ۔جمشید اعظم چشتی۔منیرؔ احمد باجوہ۔جہانگیر خان۔جون ایلیا۔ 48

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

E-mail. peshwaltd@gmail.com

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ ... سالانہ ممبر شپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا وامریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ. وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيْمٌ. وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُوْلَـٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ۔ (سورة المائده آيات ٩ تا ١٢)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے (کہ) اُن کے لئے مغفرت اور ایک بہت بڑا اجر ہے۔ اور وہ لوگ جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا یہی ہیں جو اہلِ جہنّم ہیں۔

حدثه عن ابی ذرؓ انه سمع رسول اللّٰه ﷺ يقول: ليس من رجل ادَّعَى لغير أبيه وهو يعلمه إلا كفر، ومن ادعى ما ليس له، فليس منا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ من النار، ومن دعا رجلا بالكفر، أو قال: عدو اللّٰه، وليس كذلك، إلا حَارَ عليه . (صحيح مسلم)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے جانتے ہوئے کسی کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کیا اور جس نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں تو وہ ہم میں سے نہیں۔ وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے۔ اور جس نے کسی شخص کو کافر کہا یا کہا اے اللہ کے دشمن! اور وہ ایسا نہیں ہے تو وہ اسی (کہنے والے) پر لوٹ آئے گا۔

مشعل راہ: حضرت عروہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دنوں کی بات ہے کہ ایک عورت نے چوری کی (حضورؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا) لیکن اس کی قوم کے لوگ جھٹ سے اسامہ بن زید کے پاس ان سے حضورؐ کی حدمت میں سفارش کرانے کو پہنچ گئے۔ عروہ کہتے ہیں کہ جب (حضرت) اسامہؓ نے آنحضرت ﷺ سے (اس عورت کو معاف کر دینے کے بارہ میں) عرض کیا تو حضورؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ ”کیا تم مجھ سے ان حدود کے بارہ میں سفارش کرتے ہو جو اللہ نے قائم کی ہیں۔ اس پر اسامہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ (مجھ سے بہت گناہ ہوا ہے) میرے لئے (اپنے مولیٰ سے) مغفرت طلب کیجئے۔ پھر جب شام ہوئی تو حضورؐ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور جیسا کہ اللہ کا حق ہے اس کی تعریف فرمائی پھر فرمایا: ”اپنے مولیٰ کی ثناء کے بعد (میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ) جس چیز نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کیا وہ یہی تھی کہ اگر ان میں کوئی شریف اور بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا اس پر حد جاری کر دیتے (اور اسے سزا دیتے لیکن سنو) مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں۔“ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب مقام النبی ﷺ)

ادار یہ

مسئلہ کشمیر اور مظلوم کشمیری

۱۸۰۲ء میں محمود شاہ درانی نے اپنے بھائی زمان شاہ کو اندھا کر کے قید کر دیا اور سلطنت افاغنہ کا بادشاہ بن گیا۔محمود شاہ کے بھائی شجاع الملک نے ۱۸۰۶ء میں تخت چھین لیا۔موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک امیر عبداللہ خان الکوزئی نے کشمیر پر قبضہ کرلیا۔عطا محمد نے اس سے کشمیر چھین لیا۔شجاع الملک ۱۸۰۹ء میں اپنے بھائی محمود شاہ سے شکست کھا کر رنجیت سنگھ کے ہاں پناہ گزین ہوگیا۔محمود شاہ نے رنجیت سنگھ سے کمک لے کر کشمیر میں عطا محمد سے لڑنے فوج بھیجی۔عطا محمد کے ساتھ شاہی فوج کے سالار نے ساز باز کر کے صلح کر لی ،رنجیت سنگھ کے دیوان نے صلح طے کروائی۔عطا محمد مال وزر لے کر کشمیر سے بھاگ گیا اور جاتے ہوئے ایک لاکھ روپے کے عوض ضلع اٹک پر سکھوں کا قبضہ کرا دیا ۱۸۱۴ء میں رنجیت سنگھ نے کشمیر پر لشکر کشی کی ،عظیم خان نے اسے شکست دے دی ۔۱۸۱۹ء میں عظیم خان کو واپس کابل بلا لیا گیا اور جبار خان کو کشمیر کا حکمران بنا کر بھیجا گیا جسے رنجیت سنگھ نے شکست دے کر کشمیر کو اپنا صوبہ بنالیا۔رنجیت سنگھ نے کشمیر کو جی بھر کے لوٹا اور برباد کیا۔رنجیت سنگھ کے دور میں کل چھ کشمیر کے سکھ صوبے دار ہوئے ،جنہوں نے کشمیریوں پر جو ظلم کیے وہ بیان سے باہر ہیں۔۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگھ مر گیا۔اس کی لاش کے ساتھ چار رانیاں اور سات باندیاں ستی ہوئی تھیں۔اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے کھڑک سنگھ نے حکومت سنبھالی۔اسکی موت کے بعد نہال سنگھ ،چندر کور،شیر سنگھ حکمران ہوئے۔۱۸۴۳ء میں شیر سنگھ اور اسکے کم سن بیٹے کے قتل کے بعد رانی جے دیوی نے دلیپ سنگھ کو تخت نشین کر دیا۔۱۸۴۵ء میں انگریزوں کے ہاتھوں سکھوں کو شکست ہوئی ۔بہت بڑا علاقہ مع کشمیر انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا اور کوہ نور ہیرا بھی انگریزوں کے ہاتھ لگا۔رانی ،نیپال بھاگ گئی اور دلیپ سنگھ لندن چلا گیا۔اور معاہدہ امرتسر کی رو سے کشمیر ڈوگرہ خاندان کے راجہ گلاب سنگھ کی جاگیر میں منتقل ہوگیا۔معاہدہ امرتسر ہیرا سنگھ کے بھائیوں اور انگریزوں کے وفادار گلاب سنگھ کے درمیاں انگریزوں نے کروایا تھا۔یہ وہی معاہدہ تھا جس میں انگریزوں نے ۷۵ لاکھ روپے کے عوض ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو امرتسر میں گلاب سنگھ کو کشمیر جنت نظیر ریاست کو بیچ دیا گیا تھا۔گلاب سنگھ ۱۸۵۷ء میں مر گیا اور اس کا بیٹا رنبیر سنگھ کشمیر کا حکمران بن گیا ۱۸۸۵ء میں اس کی موت کے بعد پرتاب سنگھ کشمیر کا حکمران ہوا۔پرتاب سنگھ اپنے باپ دادا کی طرح مسلمانوں کے لیے ہلاکو اور چنگیز سے کم نہ تھا۔ظالم ،قاتل اور کینہ پرور پرتاب ۱۹۲۵ء میں مر گیا اور ہری سنگھ ڈوگرہ کشمیر کا راجہ بن گیا۔ظالم ہری سنگھ بھی اپنی ظالمانہ کرتوتوں کی وجہ سے نہایت برے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔اسی ہری سنگھ نے ہندوستان کے ساتھ الحاق کر کے کشمیری مسلمانوں کے جذبہ آزادی اور امنگوں کا مذاق اڑایا تھا۔ہری سنگھ کے ظالمانہ اقدام سے انگریزی حکومت بھی عاجز آچکی تھی ،ہری سنگھ کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے بار بار کشمیری مسلمان مدد کے لیے پکار رہے تھے اور دوسری طرف احراری لیڈروں نے پنجاب میں انگریزوں کا ناطقہ بند کیا ہوا تھا۔انگریزوں نے اس مسئلے کا یہ حل نکالا کہ احراریوں کی منفی توانائیوں کو کشمیر کی طرف موڑ دیا جائے۔اور ایسا ہی کیا گیا اس ضمن میں مولانا زاہد الراشدی لکھتے ہیں کہ:’’اکتوبر(۱۹۳۱ء) میں چوہدری افضل حق مرحوم ،مولانا مظہر علی اظہر مرحوم اور خواجہ غلام محمد مرحوم پر مشتمل احرار قائدین کا وفد کشمیری عوام کے مطالبات پر ڈوگرہ حکمرانوں سے بات چیت کے لیے جموں پہنچا مگر بات چیت جب کسی نتیجہ پر نہ پہنچی تو مجلس احرار اسلام نے کشمیری عوام کی حمایت میں احراری کارکنوں کو کشمیر بھیجنے اور ان کی تحریک میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔اسی دوران امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو دہلی سے گرفتار کر لیا گیا اور ڈیڑھ سال قید با مشقت کی سزا سنادی گئی جس سے احرار کارکنوں کے جذبات میں مزید جوش وخروش پیدا ہوا۔نومبر 1931ء میں احرار کارکنوں نے چاروں طرف سے کشمیر پر یلغار کر دی ،جہلم سے میر پور،راولپنڈی سے کوہالہ،اور سیالکوٹ سے سچیت گڑھ کے راستے احرار رضا کار کشمیر میں داخل ہونا شروع ہوئے جنہیں ریاست کی حدود میں قدم رکھتے ہی گرفتار کر لیا جاتا۔تین ماہ کے عرصہ میں چالیس ہزار کے لگ بھگ رضا کاروں کو کنٹرول سے باہر ہوتا دیکھ کر ڈوگرہ حکمرانوں نے دہلی کی انگریز حکومت سے رابطہ کیا جس نے پہلے جمعیت علماء ہند کے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے ذریعہ احرار رہنماؤں سے مفاہمت کا راستہ نکالنے کی کوشش کی جو کامیاب نہ ہوئی جس پر احرار کے خلاف داروگیر اور جبر وتشدد کا محاذ دہلی کی انگریز حکومت نے براہ راست سنبھال لیا۔پھر تحریک کا دائرہ ریاست سے نکل کر پورے ہندوستان میں پھیل گیا۔کشمیر کے بعض لیڈروں کو ریاست میں احرار کی مقبولیت بڑھنے سے اپنی قیادت ڈگمگاتی دکھائی دی اور بعض معاصر سیاسی جماعتوں نے بھی تعاون کی امیدیں پوری نہ کیں جس کی وجہ سے مجلس احرار اسلام کی یہ جدوجہد مزید آگے نہ بڑھ سکی۔البتہ کشمیری عوام میں

عوام میں سیاسی بیداری اور جذبہ حریت کو فروغ دینے میں اس تحریک نے اہم کردار ادا کیا۔ (روزنامہ نوائے وقت ۵ فروری ۲۰۱۹ء)

احراری کشمیر میں اودھم مچانے پر شاید آمادہ نہ ہوتے مگران کے پسندیدہ دشمن احمدیوں کے ذکر نے انہیں دل و جان سے کشمیر میں وارد ہونے کا حوصلہ عطا کر دیا۔ مولانا زاہد الاشدی لکھتے ہیں کہ ''کشمیر کے بارے میں ''ٹریک ٹو پالیسی'' کے پس پردہ بعض سرگرم قادیانیوں کو متحرک دیکھ کر کم وبیش پون صدی قبل کا وہ منظر نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا ہے جب قادیانی گروہ نے کشمیر پر اپنا جال پھیلانے کے لیے مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال تک کو کچھ دیر کے لیے دام ہمرنگ زمین کا شکار بنالیا تھا۔ مگر مجلس احرار اسلام خطرہ کی بو سونگھتے ہوئے میدان میں کود پڑی اور اس نے نہ صرف علامہ اقبال کو اس جال سے نکالنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی بلکہ ڈوگرہ سامراج کے مظالم میں مسلسل پستے چلے جانے والے مجبور کشمیری عوام کے ساتھ ہمدردی کی آڑ میں قادیانیوں کے کشمیر کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کو بھی روک دیا تھا۔

احراریوں کی حد درجہ کی مخالفت کے باوجود پاکستان بن جانے کے بعد کشمیری مسلمانوں کے قتل عام کیے جانے پر ۱۹۴۸ء میں قبائلیوں اور دیگر مسلمان گروپوں جن میں احمدیوں کی الفرقان بٹالین بھی شامل تھی کشمیر کو آزادی دلانے کے لیے میدان میں کود پڑے اور آدھا کشمیر آزاد کروالیا۔ نہرو نے اقوام متحدہ کے ذریعے جنگ بند کروادی ۱۹۴۹ء میں کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے کے لیے دو قراردادیں اقوام متحدہ نے منظور کیں۔ نہرو نے شیخ عبداللہ جیسے کشمیری لیڈروں کو ساتھ ملانے کے لیے آئین میں شق ۳۷۰ و ۳۵ اے شامل کر کے مقبوضہ کشمیر کو غیر متنازعہ بنانے کی کوشش کی جس کی پاکستان نے اسی طرح دل کھول کر مخالفت کی جس طرح کی مخالفت ۳۷۰ مودی کی جانب سے ختم کیے جانے پر کی ہے، پاکستانی لیڈر ہمیشہ شیخ عبداللہ اور دیگران کے ساتھی راہنماؤں کو کٹھ پتلیاں کہتے رہے۔ بڑا عجیب لگتا ہے پاکستانی لیڈر جب کہتے ہیں کہ کشمیر کی سابقہ حیثیت بحال کی جائے۔ کشمیر ہی کے نام پر ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگیں لڑی گئیں۔ اگر ۱۹۴۸ء کی جنگ میں جنگ بندی نہ ہوتی کشمیر آزاد ہوتا، اگر ۶۵ء کی جنگ میں جنرل اختر ملک کو نہ روکا جاتا تو کشمیر ہمارا ہوتا، اگر کارگل سے واپسی نہ ہوتی کشمیر آزاد ہوتا۔ اور اگر معاہدہ تاشقند، شملہ معاہدہ (یہ دونوں معاہدے مسئلہ کا حل نکالنے کے لیے صرف باہم بات چیت پر ہی زور دیتے ہیں۔ یہ دونوں معاہدے اقوام متحدہ کی قراردادوں کو ثانوی حیثیت میں لے جانے والے سمجھے جاتے ہیں) اعلان لاہور اور آگرہ معاہدہ کو آگے بڑھایا جاتا تو شاید کشمیر آزاد تو نہ ہوتا مگر کشمیریوں کا لہو نہ بہتا، خواتین کی عصمت دری نہ ہوتی اور بچوں اور نوجوانوں کی لاشیں نہ اٹھانا پڑتیں۔ اگر ہندوستان نے کشمیری مسلمانوں پر مظالم بند نہ کیے تو انتہا پسندی ہندوستان کو نگل جائے گی۔ اللہ کشمیری مسلمانوں کے درد والم کو دور فرمائے اور آزادی کی نعمت سے نوازے۔ اور برصغیر کے لیڈروں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔ پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگران کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تا کہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔ اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ادارہ پیشوا بلا تفریق مذہب و ملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔ سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔ معزز قارئین کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر نا صرف غور کیا جائے گا بلکہ قابل عمل تجاویز پر عمل بھی کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ (چیف ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل۔ لندن)

''ایک تاریخی ورق''

حیدر آباد دکن سے پاکستان تک!

تصویر کا دوسرا رُخ

تحریر و تحقیق
عطاء القادر طاہر

حیدر آباد دکن شہر کا نام حیدر آباد، حیدر علی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ مملکت آصفیہ کے بانی میر قمر الدین خان صدیقی نظام الملک آصف جاہ اول تھے۔ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زیر سایہ آصف جاہ اول کی تربیت ہوئی تھی، اسی مغل بادشاہ نے آصف جاہ کی پیدائش پر اس کا نام قمر الدین خان رکھا تھا۔ ''آصف جاہ'' کا خطاب نظام الملک کو دیا۔ نظام الملک آصف جاہ کی وفات کے بعد اس کے دو بیٹوں ناصر جنگ اور مظفر جنگ کے درمیان حصول اقتدار کے لیے جنگ ہوئی۔ جیت کے لیے لیے انگریزوں اور فرانسیسیوں کی مدد حاصل کی گئی،

نظام الملک آصف جاہ اول

اس باہمی جنگ میں ناصر جنگ کی جیت ہوئی اور وہ دو برس اقتدار میں رہے اور بعد میں ایک برس مظفر جنگ اقتدار میں رہے اور مملکت آصفیہ کی حدود آدھی رہ گئیں۔ بعد کے حکمرانوں میں نظام علی خاں نظام الملک آصف جاہ دوم (1762ء تا 1803ء) کا 40 سالہ طویل دور اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس نے باقی ماندہ ریاست کو استحکام بخشا لیکن حیدر علی اور ٹیپو سلطان سے نظام علی خاں کی لڑائیاں برصغیر میں اسلامی اقتدار کے لیے تباہ کن ثابت ہوئیں۔ حیدر علی ٹیپو سلطان نے نظام علی خاں کے ساتھ متحدہ محاذ بنا کر انگریزوں کو نکالنے کا جو منصوبہ تیار کیا تھا اگر نظام علی خاں اس میں تعاون کرتے تو شاید آج برصغیر کی تاریخ مختلف ہوتی۔ لیکن ٹیپو سلطان سے تعاون کرنے کی بجائے نظام علی خان نے 1798ء میں انگریزوں کی فوجی امداد کے نظام Subsidiary System کو قبول کر کے انگریزوں کی بالادستی قبول کر لی اور اس طرح حیدر آباد کی آصف جاہی مملکت اپنے قیام کے 74 سال بعد انگریزوں کی ماتحت ریاست بن گئی۔ یہ وہی نظام تھا جس کو قبول کرنے سے ٹیپو سلطان نے انکار کر دیا تھا اور اس کے نتیجے میں انگریزوں کے حملے کا مردانہ وار مقابلہ کر کے جان دے دی۔ نظام علی خان کی مصلحت آمیز پالیسی نے اس کی جان بھی بچالی اور ریاست کو بھی محفوظ کر لیا۔ 1799ء میں ٹیپو سلطان کی شہادت کے ساتھ انگریزوں کا سب سے طاقتور حریف ختم ہو گیا اور نظام علی خاں ان کے مقابلے میں بے بس ہو گیا۔ اس کی رہی سہی آزادی 1800ء میں ختم کر دی گئی۔ اب حیدر آباد برطانوی ہند کی ایک محکوم ریاست بن گئی۔

نظام حیدر آباد کی یہ حکومت 17 ستمبر 1948ء کو بھارت کی عسکری مہم کے خاتمے تک قائم رہی۔ اس کے نتیجے میں نظام کو بھارتی افواج کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اقوام متحدہ اور لندن میں حکومت برطانیہ کو بھیجے گئے وفد میں تاخیر کے باعث بھارت کی سرزمین پر اس آزاد ریاست کا وجود ختم ہو گیا۔ ابتدائی طور پر اسے ہندی اتحاد میں شامل کیا گیا اور 1956ء میں لسانی بنیادوں پر توڑ کر پڑوسی ریاستوں آندھرا پردیش، کرناٹک اور مہاراشٹر میں تقسیم کر کے ختم کر دیا گیا۔

مملکت آصفیہ کا آخری تاجدار میر عثمان علی خان بہادر نظام الملک کا عرصۂ حکومت 1912ء سے 1948ء تک کا تھا عثمان علی خاں نظام ایک مؤثر منتظم اور ایک رعایا پرور بادشاہ کے طور پر جانے جاتے تھے. انہیں 'نظام سرکار' اور 'حضور نظام' جیسے القابات سے نوازا جاتا اور علمی خدمات پر ''سلطان العلوم'' کہا جاتا تھا۔ ان کی بادشاہت 86000 مربع میل کے علاقے میں تھی، یہ تقریبا موجودہ برطانیہ کا اندازاً رقبہ تھا. انہیں 1937ء میں دنیا کا امیر ترین انسان قرار دیا گیا۔ اس وقت کے اثاثوں کی مالیت 2367 بلین ڈالر تھی۔ جس کی مالیت تقریباً 3600 ارب روپے بنتی ہے۔ یہ صرف سونے اور چاندی کے اسٹیٹ بنک آف حیدر آباد کے ظاہر شدہ اثاثے تھے۔ 1941ء میں انڈیا کا پہلا اسٹیٹ بنک میر عثمان علی حیدر نے قائم کیا۔

ہندوستان 1947ء میں جب انگریز کی غلامی سے آزاد ہوا تو حکومت ہند کی زیر مبادلہ کی شکل میں صرف 103 بلین ڈالر تھے۔ جبکہ حیدر آباد دکن میں حیدر آبادی روپے کی قیمت برٹش پاؤنڈ کے مساوی تھی اور ہندوستان میں 100 روپے کا نوٹ سب سے پہلے حیدر آباد نے جاری کیا۔ ڈالر کی قیمت حیدر آبادی روپے کے مقابلہ میں نصف سے کم تھی۔ میر عثمان علی خان کو رولز رائس کار پسند آگئی۔ یہ اس وقت دنیا کی قیمتی اور مہنگی ترین کار ہوا کرتی تھی۔ اس کا آرڈر دینے والے شخص کی مالی حیثیت

پہلے کمپنی چیک کیا کرتی تھی۔ پھر متعلقہ شخص کے ہاتھ اور پاؤں کی پیمائش بھی کی جاتی تھی۔ کیونکہ ہاتھ اور پاؤں کے حساب سے Gear اور بریک پیڈل وغیرہ تیار کر کے لگائے جاتے تھے۔ جب کمپنی نے حیثیت پوچھی تو میر عثمان علی خان نے اپنے اثاثوں کی تفصیلات رولز رائس کمپنی کو بھجوادی۔ کمپنی نے جواب میں کہا کہ ٹھیک ہے۔ آپ کی حیثیت ہے اور آپ کار خرید سکتے ہیں۔ مگر عثمان علی خان نے کہا مجھے ایک نہیں 50 کاریں درکار ہیں۔ کمپنی نے کہا 50 کاریں ہم ایک ساتھ نہیں دے سکتے۔ میر علی عثمان نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ جب آپ 50 کاریں تیار کرلیں تو مجھے ایک ساتھ بحری جہاز میں بھجوادیں۔ رقم میں ایڈوانس دیئے دیتا ہوں۔ مقررہ عرصہ میں دنیا کی قیمتی ترین 50 کاریں حیدرآباد دکن پہنچادی گئیں۔ نظام الملک حیدرآباد میر علی عثمان خان نے کاروں کا معائنہ کیا۔ ان پچاس کاروں کی چھتیں کٹوائیں اور ان کاروں کی سیٹیں نکلوادیں۔ اب ان پچاس رولز رائس کاروں سے کچرا اٹھانے کا کام لیا گیا۔ پورے حیدرآباد شہر میں 50 رولز رائس کاریں کچرا اٹھانے کا کام کرنے لگیں۔

رولس رائس ان انڈیا

رولز رائس کمپنی کا مالک انگلینڈ سے حیدرآباد آیا اور میر عثمان علی خاں کے پاؤں پکڑ لئے کہ میری کمپنی برباد ہوجائے گی مجھ سے غلطی ہوگئی جو آپ کی مالی حیثیت کے بارہ میں پوچھ لیا۔ یہ کاریں آج بھی حیدرآباد دکن میں موجود ہیں۔ اور کچھ کاریں حیدرآباد دکن کے بعض چوکوں میں نصب ہیں۔ یہ وہی میر عثمان علی نظام الملک تھے جنہوں نے سب سے پہلے خانۂ خدا۔ بیت اللہ شریف میں پنکھے لگوائے۔ جب دنیا 1942ء میں دوسری جنگ عظیم لڑ رہی تھی اور اس وقت سعودی عرب میں تیل بھی دریافت نہیں ہوا تھا۔ سعودی عرب ایک غریب ملک تھا۔ ان پنکھوں کے نیچے کھڑے ہوکر شاہ فہد بن عبدالعزیز نے جھولی اٹھا کر دُعا دیتے ہوئے کہا تھا میر عثمان تو نے خدا کے گھر کو ٹھنڈا کیا ہے۔ خدا تیری سلطنت اور نسلیں آباد رکھے۔ اور بہت عرصہ تک سعودی عرب کی مالی معاونت میر عثمان علی خان صاحب کے خزانے سے ہوتی رہی۔ یہ وہی دور تھا کہ جہاں میر عثمان علی جن کی سونے اور چاندی کی کانیں تھیں اور اس وقت اپنا جہاز اور ذاتی ایئرپورٹ رکھتے تھے۔ آج تک نیلامی میں ان کے زیورات رکھے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی مالیت پر دنیا کا امیر ترین شخص بھی نہیں پہنچ پاتا۔ اور وہ نیلامی ہرسال منسوخ کردی جاتی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد جب یہ ملک اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہوسکا تھا اور حکومت کے پاس سرکاری ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے کے لئے پیسے بھی نہیں تھے تو قائداعظم اور لیاقت علی خان نے نظام الملک حیدرآباد سے درخواست کی کہ ہمیں اسٹیٹ بنک قائم کرنا ہے کیونکہ آپ کی ریاست میں اسٹیٹ بنک پہلے سے ہی موجود ہے لہٰذا آپ ہماری مدد کریں۔

میرعثمان علی خاں

میر عثمان علی خان صدیقی بہادر نظام الملک نے کہا اس کے قیام کے لئے سونے کی ضرورت ہے۔ پاکستان تو ایک نیا ملک ہے یہاں سونے کے ذخائر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو عثمان صاحب نے نہ صرف **جہاز بھر کے سونا** پاکستان بھیجا بلکہ اپنے وزیر خزانہ سردار احمد کو بھی پاکستان بھیجا۔ اس سونے کی بنیاد پر پاکستان کا اسٹیٹ بنک بنادیا۔ ریاست حیدرآباد کے وزیرخزانہ نے اسٹیٹ بنک آف پاکستان بنایا۔ اس وقت پاکستانی روپے اور یوایس ڈالر کی قیمت مساوی تھی آج اسٹیٹ بنک آف پاکستان کی عمارت کراچی میں موجود ہے۔ تمام تفصیلات وہاں جاکر حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس اسٹیٹ بنک کے وجود میں آنے کے بعد ریاست پاکستان نے کام شروع کیا۔ اور آج تک پاکستان کا معاشی نظام میر عثمان علی خان نظام حیدرآباد دکن کے عطیہ کیے جانے والے اسی سونے کی بنا پر چل رہا ہے۔ اس کے علاوہ نظام حیدرآباد 1945ء میں ایک کروڑ اُناسی ہزار چار سو سٹرلنگ پونڈ ویسٹرن بنک لندن سے ٹرانسفر کرواکہ ہائی کمشنر پاکستان مسٹر ابیچ آئی رحمت اللہ کے حوالے کئے۔ اس امداد کے بعد پاکستان کا معاشی نظام اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوا۔ اس عطیہ اور مسلمان ریاست کے محبت کے نتیجہ میں ہندوستان کی تمام ریاستیں اور راجواڑے ختم کرکے ان ریاستوں پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح ریاست حیدرآباد پاکستان کی مدد کرتے ہوئے خاتمہ کو پہنچی۔ مگر تاریخ کی کتابوں میں ان حقائق کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہماری نئی نسل کو بتایا ہی نہیں جاتا کہ اصل میں معمارانِ وطن کون تھے اور ملک کو چلانے والے کون تھے؟

نواب عثمان علی خاں کی وفات ۲۵ فروری ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔ ان کے جنازہ میں لاکھوں افراد شریک ہوئے، لاکھوں غم زدہ خواتین نے اپنی چوڑیاں توڑ ڈالی تھیں۔

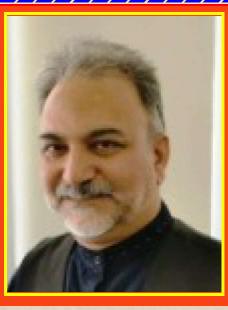

جنٹلمین گیم اور عسکری علامت نگاری

تحریر: طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

پاکستانی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان مصباح الحق صاحب کے دور کپتانی میں پاکستانی ٹیم (علاوہ دیگر مسائل کے) فٹنس کے مسئلہ سے دوچار ہوگئی تھی، جس کے سبب اسے انٹرنیشنل میچوں میں پے درپے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

اس کے تدارک کے لئے قومی ٹیم کو پاکستان آرمی کے فٹنس ماہرین کے حوالے کر کے انہیں ایک سخت قسم کے ٹریننگ پروگرام میں سے گزارا گیا۔

اس ٹریننگ کے بعد پاکستان ٹیم کو انگلش ٹیم کے خلاف پہلی کامیابی ملی تو ٹیم کے سابقہ یا روایتی انداز میں خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے کپتان مصباح سمیت پوری ٹیم نے میدان میں فوجی انداز میں پش اپس کرنے (یعنی بیٹھکیں لگانا) شروع کر دیں۔ اپنے تئیں ایک طرف تو وہ اپنی فٹنس پہ فخر کا اظہار کر رہے تھے تو دوسری طرف پاکستان آرمی کا شکریہ ادا کر رہے تھے جس کی بدولت انہیں فٹنس کا یہ معیار قائم کرنے کی توفیق ملی تھی۔

افسوس کہ قومی کرکٹ ٹیم کے اس فوجی یا نیم فوجی اسٹائل کو کوئی پذیرائی نہیں ملی۔ بلکہ الٹا تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ کسی نے اسے تکبر قرار دیا تو کسی نے مردانگی کا بھونڈا اظہار قرار دیا۔ ذہنوں میں یہ سوال بھی اٹھا کہ کیا یہ ٹیم پاکستان آرمی کی طرف سے کھیل رہی ہے، یا ہمیشہ کے لئے اسے آرمی کے فٹنس کوچز کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔ بہرحال اس تنقید کے بعد ٹیم نے سٹیڈیم میں سب کے سامنے فوجی انداز میں بیٹھکیں لگانا بند کر دیں۔

اس کے کچھ سالوں بعد ہوا یوں کہ پلوامہ خودکش حملے کے واقعہ کے بعد جب بھارتی کرکٹ ٹیم نے ایک بین الاقوامی میچ میں بھارتی فوج کی ٹوپیاں پہن کر میچ کھیلا تو کرکٹ کے شائقین سمیت پاکستان کرکٹ بورڈ کی جانب سے اس پر سخت تنقید کی گئی۔

جواباً انٹرنیشنل کرکٹ کونسل (آئی سی سی) کی جانب سے یہ بیان جاری کیا گیا کہ بھارتی ٹیم نے یہ میچ پلوامہ حملے میں جاں بحق ہونے والے اور دہشتگردی کی جنگ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے بھارتی فوجیوں کے خاندانوں کے ساتھ یک جہتی کا مظاہرہ کرنے اور ان کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کے لئے کھیلا تھا۔ آئی سی سی نے یہ بھی بتایا کہ ٹیم انڈیا نے میچ میں عسکری ٹوپیاں پہننے کے لئے آئی سی سی سے باقاعدہ اجازت نامہ لیا تھا جو صرف اسی ایک میچ کے لئے جاری کیا گیا تھا۔

اس کے بعد جب پاکستان سپر لیگ (پی ایس ایل) کا فائنل پاکستان میں کھیلنے کا فیصلہ ہوا اور پاکستانی فوج اور رینجرز کی کڑی نگرانی میں یہ تاریخی واقعہ حقیقت کا روپ دھار رہا تھا تو فائنل میں پہنچنے والی ایک ٹیم کوئٹہ گلیڈی ایٹرز کے کپتان سرفراز احمد صاحب (جو پاکستان کی ٹیسٹ اور ون ڈے ٹیم کے بھی کپتان ہیں) نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اور ان کی ٹیم پاکستان آرمی کی وردی پہن کر اپنا میچ کھیلے گی کیونکہ ان کے نزدیک پاک سرزمین کو فرسٹ کلاس یا ورلڈ کلاس کرکٹ کیلئے پھر سے سازگار بنانے کا کریڈٹ پاکستان آرمی کو ہی جاتا ہے۔ چنانچہ فوجی وردی پہن کر وہ اور ان کی ٹیم ملک کے دفاعی اداروں سے اپنی یکجہتی اور تشکر کا اظہار کرے گی۔

لیکن آئی ایس پی آر کے ڈائریکٹر جنرل آصف غفور صاحب نے اس تجویز کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ''جینٹلمین گیم'' (کرکٹ) میں عسکری علامات کا استعمال یا اظہار مناسب نہیں، اسے جنٹلمین گیم ہی رہنے دیں۔ اس کے باوجود سرفراز احمد باز نہ آئے۔ چنانچہ میچ میں تو نہیں لیکن میچ کے بعد ایک تقریب میں فوجی قمیص زیب تن کر کے تصویریں بنواتے دکھائی دیئے۔

یاد رہے کہ کرکٹ اپنی شروعات میں انگلش اشرافیہ کی گیم ہوا کرتی تھی۔ اس کے قواعد وضوابط میں یہ بات خاص طور پر شامل کی گئی تھی کہ اس گیم کو کھیلنا ہے تو جنٹلمین یعنی شریف آدمی بن کر کھیلنا ہوگا۔ نہ دھکم پیل ہوگی، نہ گالی گلوچ، نہ ہی کوئی ٹھگی وغیرہ چلے گی اور پھر یہ کہ امپائر کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔ آؤٹ ہو جاؤ تو خود ہی ایک جنٹلمین یعنی شریف آدمی کی طرح پویلین واپس لوٹ جانا ہوگا۔ کرکٹرز کی یونیفارم بھی شرفاء کے لباس کی طرح سفید شرٹ اور سفید پینٹ پر مشتمل ہوتی تھی۔

اب تو خیر میچ فکسنگ، سپاٹ فکسنگ، بال ٹمپرنگ حتیٰ کہ امپائر فکسنگ تک نے کرکٹ کی اس حیثیت اور وقار کو مشکوک کر کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ بعض کرکٹرز محبت اور جنگ کی طرح کھیل میں بھی سب کچھ جائز ہی سمجھتے ہیں۔ ون ڈے اور ٹی ٹونٹی کی یونیفارم بھی رنگ برنگی ہو چکی ہیں۔

آگے چلتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ حالیہ ون ڈے انٹرنیشنل ورلڈ کپ کے ایک میچ میں بھارتی کرکٹر ایم ایس دھونی صاحب فوجی دستانے پہنے بیٹنگ کرتے دکھائی دیئے۔ دھونی بھارتی ریزرو آرمی میں شامل ہیں اور اس کی سرحدی بٹالین 106 میں اعزازی لیفٹیننٹ کرنل ہیں۔ میچ میں انہوں نے اپنی بٹالین کے ''بلیدان'' لوگو والے دستانے پہن رکھے تھے جس کا آئی سی سی نے سختی سے نوٹس لیا اور انہیں آئندہ ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

اسی ورلڈ کپ میں ویسٹ انڈیز کے نامور بولر شیلڈن کوٹرل اپنے مخصوص سلیوٹ کی وجہ سے کیمرہ مینوں اور شائقین کی توجہ کا مرکز بنے۔ وہ اپنے شکار ہر بیٹس مین کو آؤٹ کر کے پویلین کی جانب فوجی انداز میں سلیوٹ مارتے ہیں۔ کوٹرل اس لحاظ سے خوش قسمت نکلے کہ ان پر اس طرح سے کوئی تنقید نہیں کی گئی نہ ہی ان کے سلیوٹ پر کوئی پابندی لگائی گئی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ جمیکن آرمی کے حاضر سروس فوجی ملازم ہیں اور ان کا سلیوٹ خود ان کے بقول ان کے اسی پیشہ ورانہ عسکری پس منظر کی نشاندہی کرتا ہے۔

قارئین کرام! کھیلوں میں عسکری علامات کا اظہار یا استعمال محض دیسی یا ''رنگدار'' کھلاڑیوں یا کرکٹ تک محدود نہیں۔ امریکہ میں میجر لیگ بیس بال کی ٹیمیں سالہا سال سے میموریل ڈے اور اب اس سال سے امریکی آرمڈ فورسز ڈے پر فوجی لوگو کی حامل ٹوپیاں پہن کر میچ کھیلتی رہی ہیں۔ ان کا مقصد امریکی فوج سے اظہار یکجہتی کرنا بتایا جاتا ہے۔

امریکہ کی دل وجاں، ان کی نیشنل فٹ بال لیگ (NFL) کی ٹیمیں اور ان کے کوچ تک بھی سال میں کم از کم ایک بار امریکی فوجوں کے ساتھ اظہار یکجہتی میں باقاعدگی کے ساتھ فوجی وردی یا فوجی علامات پر مشتمل یونیفارم پہن کر میچ کھیلتی ہیں۔

2016ء میں فیفا ورلڈ کپ کوالی فائنگ میچ میں انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ مدمقابل ہوئے تو دونوں ٹیموں نے کالی پٹیاں باندھ کر اور ان پر گل لالہ (پوپی) لگا کر میچ کھیلا جس کا فٹ بال کے عالمی ادارہ فیفا (FIFA) نے سخت نوٹس لیا اور انہیں آئندہ ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ کھلاڑیوں کے نزدیک انہوں نے اپنے جاں بحق فوجیوں کی یاد میں ایسا کیا تھا لیکن فیفا کا مؤقف تھا کہ فوجی اور ان کی لڑائیاں یا شہادتیں وغیرہ سیاسی مقاصد یا سیاسی پس منظر کی حامل ہوتی ہیں اور فیفا کے قواعد میں یہ بات صاف طور پر شامل ہے کہ میچ یا ٹورنامنٹ کے دوران کسی ٹیم یا کھلاڑی نے کسی بھی قسم کی سیاسی علامت نگاری سے کام نہیں لینا ورنہ اسے ڈس کوالیفائی سمجھا جائے گا۔

فیفا کے اس فیصلہ پر کافی لے دے ہوئی اور کئی بحثوں نے جنم لیا۔ بعض ماہرین نفسیات کھیلوں میں فوجی علامات یا حرکات کے استعمال کے بارہ میں کہتے ہیں کہ عسکری ادارے ڈسپلن، ٹیم ورک، فٹنس اور جوش و جذبہ جیسی خصوصیات اور پیغام کے حامل ہوتے ہیں اور جس طرح وہ اپنے ملک کی نمائندگی میں اس کا دفاع کرتے ہیں کھلاڑی بھی اسی طرح اپنے ملک کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں اس لئے کھیلوں میں عسکری علامات کا اظہار کھلاڑیوں کو اس طرف توجہ دلاتا اور ان میں ''فائٹنگ سپرٹ'' کا جوش وجذبہ پیدا کرتا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ سپورٹس بجائے خود بھی تو انہی خصوصیات اور صفات کا درس دیتی ہیں۔ بلکہ سپورٹس تو ایک قدم مزید آگے بڑھ کر ''سپورٹس مین سپرٹ'' کا سبق بھی دیتی ہیں جو فوج کے نصاب میں شامل نہیں کیا جاتا۔ حریف کے سامنے کسی فوجی کا اسپورٹس مین شپ کا اظہار، خواہ سیاسی ہو یا پیشہ ورانہ، فوج سمیت پوری قوم کو ہی لے ڈوب سکتا ہے۔ کھیلوں میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔

میرے نزدیک فیفا کا مؤقف بالکل درست تھا اور ہے۔ ملکی افواج کیساتھ اظہار یکجہتی کے اور بھی کئی طریقے اور مواقع ہوتے ہیں لہٰذہ ہر قسم کی کھیلوں بشمول ''جنٹلمین گیم''، میں عسکری علامات کے استعمال پر پابندی عائد ہونی چاہیے۔ ویسے بھی تمام کھیلیں جنٹلمین گیمز ہی ہوتی ہیں۔

مشرقی اُفق

مریم صاحبہ کا عدلیہ پر ایک اور وار

میر افسر امان ۔ اسلام آباد

عدالت کی طرف سے سزا یافتہ مریم صفدر صاحبہ، نائب صدر نون لیگ نے پریس کانفرنس کر کے پہلے کی طرح پاکستان کی عدلیہ پر ایک اور وار کیا ہے۔مریم صاحبہ فرماتی ہیں کہ جج صاحب پر دباؤ تھا۔جس کی وجہ سے جج صاحب نے سپریم کورٹ کے قائم کردہ بنچ کی طرف سے تاحیات سیاست سے نا اہل قرار دے کر سابق وزیر اعظم نواز شریف صاحب کو ۷ سال کی سزا سنائی۔عجیب واقعہ ہے کہ اسی جج صاحب نے ایک مقدمہ میں نواز شریف کو بری بھی کیا تھا۔کیا اس وقت نواز لیگ کی طرف سے دباؤ کے تحت جج صاحب نے نوز شریف کو بری کیا تھا؟ اپنے الزام کے ثبوت میں مریم صاحبہ نے پریس کے سامنے ایک جعلی ویڈیو پیش کی۔جس میں جج صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں نے دباؤ کے تحت نواز شریف کو سزا سنائی۔مریم صاحبہ نے مطالبہ کیا کہ نواز شریف کی سزا ختم کر کے انہیں باعزت بری کیا جائے۔

اس کے برعکس عدالت کے جج ارشد ملک صاحب نے ایک پریس نوٹ جاری کیا کہ یہ سب کچھ غلط ہے۔بلکہ نواز شریف کی طرف سے اپنے حق میں فیصلہ لینے کے لیے رشوت پیش کش کی گئی تھی۔رشوت لے کر نواز شریف کو اگر بری نہ کیا تو سخت نتائج کی دھمکی بھی دی گئی تھی۔یہ بھی کہا کہ ویڈیو بنانے والا روالپنڈی کا رہنے والا ہے۔اس کے میرے ساتھ پرانے تعلقات ہیں۔یہ اکثر مجھ سے ملنے کے لیے میرے گھر آیا کرتے تھے اور ملتے رہتے تھے۔مختلف وقتوں میں آف دی ریکارڈ گفتگو کو موڑ توڑ کر ایک جعلی ویڈیو مجھ سے منسوب کیا گیا جو بلکل غلط ہے۔یہ مجھے، میرے خاندان اور پاکستان کے عدالتی نظام کو دنیا میں بدنام کرنے کی کوشش ہے۔میں نے اپنے ضمیر کے مطابق اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر ایک مقدمہ میں شہادتیں نہ ہونے کی وجہ سے نواز شریف کو بری کیا اور ایک مقدمہ میں شہادتوں کی بنیاد پر نواز شریف کو سزا سنائی۔اس غلط پریس کانفرنس اور جعلی ویڈیو کے خلاف کاروائی ہونی چاہیے۔

دوسری طرف عمران خان حکومت کی اطلاعات کی معاون خصوصی عاشق اعوان صاحبہ نے مریم صاحبہ کی پریس کانفریس میں دکھائی ویڈیو کو سراسر جھوٹ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس ویڈیو کو دکھانے کا مقصد ملک کی عدلیہ کو دنیا میں بدنام کرنا ہے۔ اس ویڈیو کو بنانے والا ایک سزا یافتہ مجرم ہے۔اس پر ابھی بھی کئی مجرمانہ مقدمے قائم ہیں۔اس مجرم کو استعمال کر کے یہ جعلی ویڈیو بنائی گئی ہے۔حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے فرانزک چیکنگ کی جائے گئے۔دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جلد ہی عوام کے سامنے آجائے گا۔اسی دوران الیکٹرونک میڈیا پر ایک لڑکا پیش ہوا۔اس نے اپنے خاندان کے ساتھ جعلی ویڈیو بنانے والے کی طرف سے روا رکھی گئی ظلم کی داستان سنائی۔اسی طرح جماعت اسلامی کے امیر اور سینیٹر سراج الحق صاحب نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ یہ معمولی واقعہ نہیں ہے۔اس سے ہمارے عدالتی نظام پر دشمن نے حملہ کرانے کی سازش کی ہے۔حکومت فوراً ایک جوڈیشنل کمیشن قائم کرنے کا اعلان کرے۔اور اس واقعہ کی مکمل تحقیق کے بعد عوام کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرے۔جرم ثابت ہونے پر مجرمین کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ نواز شریف جس کو پاکستان کے عوام نے تین مرتبہ پاکستان کے کا وزیر اعظم منتخب کیا۔مگر عوام پر صادق اور امین بن کر آئین کے مطابق عوام کے خزانے کی رکھوالی کرنی تھی نہ کہ عوام کے خزانے پر ڈاکہ ڈالنا تھا۔ جب نواز شریف کے خاندان کا نام آف شور کمپنیوں میں آیا۔اپوزیشن نے نواز شریف پر گرفت کی۔کہا گو کہ نواز شریف کا نام آف شور کمپنیوں میں نہیں۔مگر ان کی اولاد کا نام تو آف شور کمپنیوں میں ہے۔مریم صفدر صاحبہ کہتی تھیں کہ میری پاکستان اور بیرون پاکستان کوئی پراپرٹی نہیں، جبکہ پراپرٹی تھی۔اپوزیشن نے کہا نواز شریف ملک کے وزیر اعظم ہیں، اپنے خاندان کی کفالت کرتے ہیں اس حوالے سے اس پر بھی ذمہ داری آتی ہے کہ معاملے کو صاف کریں۔اپوزیشن کے اس اعتراض پر نواز شریف بہت پریشان ہوئے۔ایک دفعہ پارلیمنٹ اور دو دفعہ الیکٹرونک میڈیا پر کہا یہ ہیں میرے خدندان کے کاروبار کے ثبوت۔پاکستان کی سپریم کورٹ کو خط لکھ کر کہا کہ اپوزیشن کے ان اعتراضات کا عدالت میں جائزہ لیا جائے۔دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کیا جائے۔اس خط کے جواب میں سپریم کورٹ کے جج صاحب نے واپس نواز شریف کو خط لکھا کہ پرانے قانونوں میں سقم ہے۔اس کے تحت اگر اس کیس کو سنا گیا تو نتیجہ نکلنے میں سالوں لگ جائیں گے۔پارلیمنٹ سے نئے ٹی او آر

بنائے جائیں۔جن کے تحت مقدمہ سنا اور کوئی فیصلہ کیا جا سکے۔ پارلیمنٹ میں دو تہائی اکثریت ہونے کے باوجود نواز شریف نے ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے نئے ٹی آر او پاس نہیں کروائے۔ بلکہ ان کے وزیر کہتے ہوئے سنے گئے کہ معاملہ لمبا ہونے سے خود ہی ختم ہو جائے گا۔ پارلیمنٹ سے مایوس ہونے کے بعد، جماعت اسلامی، عوامی مسلم لیگ اور تحریک انصاف نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔عدالت نے سب فریقین سے تحریری ضمانت لی کہ عدالت جو بھی فیصلہ کرے گی سب کو تسلیم کرنا پڑے گا۔معزز عدالت نے کیس سنا۔ پہلے تین ججوں نے نواز شریف کو صادق وامین نہ ہونے پر تا حیات سیاست سے نا اہل قرار دے دیا۔ دو ججوں نے کہا کہ اس کی مزید تحقیق کر لی جائے۔اس وقت عوام کو دھوکے میں رکھنے کے لیے نواز شریف کے لوگوں نے مٹھائیاں تقسیم کیں۔ کہا کہ دیکھو، دو ججوں نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا ہے۔جبکہ دو ججوں نے بھی نواز شریف کے حق میں فیصلہ نہیں دیا تھا صرف ریلیف دیا کہ مزید تحقیق کر لی جائے۔خیر سپریم کورٹ کے فیصلہ پر مزید تحقیق کے لیے جے آئی ٹی بنائی گئی۔اس کو ایک وقت مقررہ وقت کے اندر تحقیق کر کے اپنی فائنڈنگ عدالت میں فائنل کاروائی کے لیے پیش کرنے کا حکم جاری کیا۔ جے آئی ٹی کی تحقیق پر پاکستان کی سپریم کورٹ نے نواز شریف کو ملکی سیاست کے لیے تا حیات نا اہل قرار دے دیا۔پھر کیا تھا سپریم کورٹ کے معزز جج صاحب اور فوج پر الزامات کی بھر مار کر دی گئی۔سارے پاکستان میں بڑے بڑے جلسے کر کے کہا گیا کہ مجھے کیوں نکالا گیا۔میں تین دفعہ وزیر اعظم منتخب ہوا۔ مجھے سیاست سے تا حیات نا اہل قرار کیوں دیا گیا۔ملک میں مارشل لگائی جا رہی ہے۔ پارلیمنٹ کو گھر بھیج دیا جائے گا۔ستر سال میں ملک کے سارے وزیر اعظموں کے ساتھ فوج نے یہی رویہ اختیار کیا۔مجیب کے ساتھ بھی فوج نے ایسا ہی کیا کہ ملک ٹوٹ گیا۔فوج اور عدلیہ کے خلاف نواز شریف اور اس کی بیٹی مریم صفدر نے مہم پورے پاکستان میں جلسوں اور ریلیوں میں چلائی۔فوج اور عدلیہ کے خلاف یہ قوالی نواز شریف کے وزیروں مشیروں نے کی۔ پھر عدالتوں نے عدالت کی توہین کرنے والوں پر کیس قائم کر کے ان کو ملک کے قانون کے مطابق سزا سنائی۔سب نے عدالت سے معافیاں مانگ مانگ کر جان چھڑائی۔یہ پروپیگنڈہ مہم اس وقت فیل ہوئی جب آئین قانون کے مطابق پارلیمنٹ میں نون لیگ کے نئے وزیر اعظم چن لیے گئے۔سینیٹ کے انتخابات وقت پر مکمل ہو گئے۔ملک کے عام انتخابات بھی ہو گئے۔ملک قانون کے مطابق چلتا رہا اور اب بھی چلتا رہے گا ان شاءاللہ۔

عمران خان بھی نئے پاکستان اور مدینہ کی فلاحی اسلامی ریاست کے نعرے بہت لگاتے ہیں۔مگر کسی بھی کرپٹ شخص سے پیسے لے کر پاکستان کے خزانے میں داخل نہیں کر سکے۔ملک میں غریب عوام پر مہنگائی کا طوفان لے آئیں ہیں۔ملک کو آئی ایم ایف کے حوالے کر دیا ہے۔ملک کے حقیقی خیر خواہوں اور ماہر معاشیات سے بجٹ بنوانے کی بجائے آئی ایم ایف کے ملازمین سے پاکستان کا بجٹ بنوایا۔آئی ایم ایف ایک سود خور ادارہ ہے اس کو پاکستان کی ترقی نہیں اپنے سود کی قسط کی فکر ہوتی ہے۔امیروں سے رقم نکلوا کر غریبوں کو مہنگائی، بے روز گاری اور قیمتوں کے اضافے سے نجات دلانی تھی۔تب آپ کا مدینہ کی طرز کی فلاحی ریاست کا خواب پورا ہوتا۔ پاکستان کے موجودہ قانون کے مطابق بہت دیر لگ رہی ہے۔نئی قانون سازی کر کے سعودی عرب طرز کا کوئی ایکشن لے کر غریب عوام سے لوٹی ہوئی رقم واپس خزانے میں داخل کریں تو حالات درست ہو سکتے ہیں۔اگر عوام کے ساتھ موجودہ ظلم دیر تک جاری رہا تو ملک کسی خونی انقلاب کی طرف ملک چل پڑے گا۔

صاحبو! سپریم کورٹ پارلیمنٹ میں سیاست دانوں کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق انصاف کے فیصلے کرتی ہے۔اگر ایک کیس میں ان کے حق میں فیصلہ ہو تو انصاف ہے اگر دوسرے کیس میں ان کے خلاف فیصلہ ہو تو ظلم۔یہ دوہرا معیار کیوں؟اگر سیاست دانوں کے بنائے قانون کے مطابق نیب ان سے آمدنی سے زیادہ اثاثوں کا معلوم کرے تو نیب کے چیف کے اخلاق پر کسی خاتون کی ویڈیو پیش کر دی جاتی ہے۔اب پھر مریم صفدر صاحبہ جو عدالت سے سزا یافتہ ہے، نے جعلی ویڈیو پریس کانفرنس میں پیش کر کے ملک کی معزز عدلیہ کو دنیا میں بدنام کرنے کی نئے سرے سے کوشش شروع کی ہے۔جبکہ نون لیگ کے اس معیار کے مقابلے میں جدید جمہوری حکومتوں کے وزیر اعظموں نے کرپشن کا الزام لگنے پر اپنے آپ کو قانون کے سامنے پیش کیا۔ان کی عدالتیں اپنے فیصلوں میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتی ہیں۔کیا پاکستانی سیاست دان اختیارات کی بنا پر غریب عوام کے خزانے سے پیسہ لوٹ کر باہر ملکوں میں رکھیں؟ پاکستان کی عدلیہ ان سے کرپشن، آمدنی سے زائد اثاثوں اور باہر ملکوں سے حاصل کردہ اقاموں کا حساب مانگیں تو ملک کے قانون کے مطابق جواب دینے کی بجائے اپنی معزز عدلیہ پر الزامات لگانے شروع کر دیں؟ مریم صفدر صاحبہ جیسے سیاست دانوں کو عوام اور عدلیہ کو حساب تو دینا ہی پڑے گا۔

یکساں نظام تعلیم

(تحریر: تنویر صادق)

مجھے کسی دوست نے دعوت دی کہ یکساں نظام تعلیم کے حوالے سے ایک سیمینار ہے۔کوئی وزیر تعلیم بھی تشریف لا رہے ہیں۔کچھ آراء تم بھی دے سکتے ہو۔آنا اور سننا بھی۔تعلیم کے وزراء کی بھی ایک فوج ظفر موج ہے،ہم نے تعلیمی نظام کے علم برداروں کو کئی حصوں میں بانٹ دیا ہے ان کی رائے آپس میں نہیں ملتی اور ہم ایک جیسے نصاب کے خواب دیکھتے ہیں۔تعلیم کے نظام کو مربوط ہونا چاہیئے جب کہ ہماری کوئی کل آپس میں نہیں ملتی۔دنیا بہت آگے جا چکی ہے۔بہر حال میں نے کہا کہ آپ کی دعوت پر میں آ تو جاؤں گا مگر ان وزراء کی کون سی بات ہے جو سننے والی ہوتی ہے۔وزیر صاحب نے تعلیم پر کوئی بات نہیں کرنی اور جو کہنا ہے اس کا لب لباب یہی ہے کہ ہمیں بہت برے حالات ملے ہیں۔نظام تعلیم کو پچھلی حکومت نے اس قدر تباہ کر دیا ہے کہ ہم ابھی تک غور ہی میں مصروف ہیں کہ ان کھنڈرات کی صفائی کہاں سے شروع کریں۔مصیبت یہ ہے کہ ان کھنڈرات کی ہر اینٹ کے نیچے سے کرپشن کا سانپ نکل آتا ہے۔ہم اس سانپ کو ہی دیکھ دیکھ کر خائف ہیں،صفائی کیسے کریں اور جب تک صفائی نہ ہوگی تعمیر نو ممکن نہیں۔مگر آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ہم اپنے لیڈر کی قیادت میں،اگر ہماری حکومت قائم رہی تو ان پانچ سالوں میں کرپشن کے سانپوں پر امید ہے قابو پا لیں گے اور اگلے پانچ سال میں پاکستان دنیا کے بڑے ممالک میں شمار ہونے لگے گا۔بس دس بارہ سال کی بات ہے۔اس وقت مہنگائی اگر آپ کے کپڑے اتار رہی ہے تو قصور ہمارا نہیں،پچھلی حکومت کا ہے۔لیکن پریشان نہیں ہونا۔حکومت غور کر رہی ہے کہ نئے لباس کے لئے درختوں کی چھال بہتر ہے یا پتے۔چند سالوں میں فیصلہ کرنے کے بعد حکومت جلد نئے لباس بنوا لے گی امید ہے اگلے الیکشن سے پہلے آپ کو پتھر کے دور سے ملتا جلتا یعنی انٹیک،جس کی نئی نسل دلدادہ ہے،قسم کا ایک نیا اور بہتر جدید لباس مل جائے گا۔

ایک سال کی صفر کارکردگی کے باوجود یہ بڑی ڈھٹائی سے ایسی ہی بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں۔کوئی شرم بھی محسوس نہیں کرتے۔مزے سے اپنی نالائقی کا دفاع کرتے ہیں۔اس حکومت کی نالائقیوں کا کون کون سا تذکرہ کروں۔ایک یونیورسٹی میں ایک پوسٹ پر تعیناتی کے لئے تین سینئر ترین لوگوں کا نام بھیجا گیا۔سینئر کا حق تھا۔وہ بیچارہ چھ ماہ انتظار کرتا رہا۔ان کی پھرتیاں دیکھتا رہا۔خیال تھا کہ یہ لوگ جتنی باتیں بناتے ہیں ان کا کچھ نہ کچھ اصول ہوگا۔ان کا میرٹ،حوالے سے جڑا نہیں ہوگا۔مگر پتہ چلا کہ ان کی سست روی اور ان کا میرٹ تو پچھلی حکومت سے بھی بدتر ہے۔وہ شخص جو چھٹے نمبر پر تھا اور جس کا نام بھی لسٹ میں نہ تھا وہ منتخب ہو گیا۔اس کا میرٹ یہ تھا کہ سائیں وہ اپنے علاقے کا تھا۔یہ ہے ان کا انداز حکومت اور باتیں مدینے کی ریاست کی کرتے ہیں۔مدینے کی ریاست میں صرف ایک چیز تھی،وہ تھی بر وقت انصاف کی فراہمی۔باقی سارے نظام خود بخود ٹھیک ہو گئے تھے۔ہمارے انصاف اور ہماری نا اہلی کا یہ عالم ہے کہ سینکڑوں لوگوں کے کیسز ایل ڈی اے ٹریبونل میں فیصلے کے منتظر ہیں۔اور یہ نالائق پچھلے آٹھ ماہ میں وہاں جج تعینات نہیں کر سکے۔میں نے اس بارے بار ہا لکھا۔پورٹل سمیت ہر فورم پر شکایت کی مگر انہیں صرف گالیوں کا مقابلہ کرنا آتا ہے۔عوام کے مسائل سے عوام کو خود ہی نپٹنا ہوگا۔شاید ایل ڈی اے کے منسٹر کو پتہ بھی نہیں ہوگا کہ اس محکمے میں کوئی ٹریبونل بھی ہوتا ہے جسے چلانے کے لئے ایک عدد جج بھی درکار ہوتا ہے۔ماشاء اللہ سارے وزراء ایسے ہی ہونہار اور ایسے ہی انتہائی قابل ہیں۔وہ اپنے لیڈر کا نام لے کر ڈھول کی تھاپ پر خوبصورت رقص کر سکتے ہیں۔اور آج کے دور میں کارکردگی کا چونکہ یہی معیار ہے اس لئے اس سے

بہتر کارکردگی کیا ہو سکتی ہے۔

سیمنار اچھا تھا۔خوبصورت بات یہ ہوئی کہ وزیر تعلیم اپنی بے پناہ مصروفیت کے سبب ،جیسے ہمیشہ ہوتا ہے تشریف نہ لا سکے اور صدارت کا قرعہ فال ایک سینئر استاد کے نام نکلا۔استاد مہذب معاشروں میں ایک بڑا آدمی ہوتا ہے جب کہ ہمارے وزرا جو تعلیمی اعتبار سے بس گزارا ہی کرتے ہیں کو بڑا کہلوانے کے لئے اخلاقی طور پر پست معاشرہ درکار رہتا ہے۔میں خوش ہوا کہ لوگوں میں استاد کے احترام کی حس ابھی زندہ ہے۔موضوع یکساں تعلیم تھا۔مقررین میں ایک بڑی تعداد ایسے تبصرہ نگاروں کی تھی جس طرح کے تبصرہ کرنے والے ٹی وی پر ہوتے ہیں۔موضوع جو بھی ہو،مگر انہیں جو یاد ہو وہی بیان کر کے چلے جاتے ہیں۔سوال گندم کا جواب چنا بتاتے ہیں اور ڈھٹائی سے اس پر قائم رہتے ہیں۔البتہ یہاں مرغوں کی طرح لڑنے کی گنجائش نہیں تھی۔بہت سے اہل لوگوں نے موضوع کے بارے بہت خوبصورت گفتگو کی اور حکومت پر زور دیا کہ اس ملک سے طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کر کے یکساں نظام تعلیم کا نفاذ کرے۔مقررین اور سامعین میں استاد صحافت جناب شفیق جالندھری،نامور آرٹسٹ جناب شفیق فاروقی،شاعر اور محقق لیفٹیننٹ میجر خالد نصر،مشہور صحافی تاثیر مصطفےٰ،اردو کے مشہور استاد اور محقق جناب رضوان الحق،جنہوں نے ایک خوبصورت مقالہ بھی تقسیم کیا،الفاظ کے زیروبم پر مکمل عبور رکھنے والے استاد صحافی جناب منشا قاضی اور اساتذہ کی جدوجہد کے علم بردار جناب مشکور صدیقی سمیت ایسے بہت سے لوگ تھے جن کی موجودگی اس محفل کا حسن تھی۔

رائے ونڈ گرلز کالج کی پرنسپل نے جو مقالہ پڑھا،بہت تفصیلی تھا اور اسے سب نے سراہا۔ایک مقرر کے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو مافیا قرار دینے پر مشہور ماہر تعلیم جناب ادیب جاودانی مرحوم کے فرزند کاشف ادیب جاودانی نے احتجاج کیا۔میرے جیسے بہت سے لوگوں نے اس کی تائید کی۔اس لئے کہ پرائیویٹ شعبے میں ایک مافیا ضرور ہے۔وہ مافیا اپنی مرضی کی فیسیں اور لوٹ مار پر مشتمل ہے۔ان سکولوں کے مالکان بڑے بااثر ہیں اور حکومت یا سپریم کورٹ باوجود کوشش کے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔عام چھوٹے چھوٹے پرائیویٹ سکول تو ان لوگوں کے لئے کہ جن کے علاقوں میں سرکاری سکول کم ہیں یا جہاں طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد کو سنبھالنا سرکاری سکولوں کے لئے ممکن نہیں ایک نعمت سے کم نہیں۔ان علاقوں میں بہت سے لوگ معقول فیس اور بہتر سہولتوں کے ساتھ عوام کی خدمت کر رہے ہیں ان کی حوصلہ افزائی بہت ضروری ہے۔یہ ایک اچھا سیمینار تھا اور ایسے سیمینار وقت کی ضرورت ہیں۔اسے منعقد کرنے والے یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مسدس حالؔی سے انتخاب

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے | کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آباء کو ہم سے گہن ہے | ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے | عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے
تنزل نے کی ہے بری گت ہماری | بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گزری دنیا سے عزت ہماری | نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری
غرض عیب کیجیے بیاں اپنے کیا کیا | کہ بگڑا ہوا ہے یاں آوے کا آوا
فقیہ اور جاہل ، ضعیف اور توانا | تاسف کے قابل ہے احوال سب کا
مریض ایسے دنیا میں کم ہیں | بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم ہیں
مجھے ڈر ہے اے میرے ہم قوم یارو | مبادا کہ وہ ننگ عالم تمہیں ہو
گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو | تو جلدی سے اُٹھو اور اپنی خبر لو
وگرنہ یہ قول صادق آئے گا راست تم پر | کہ ہونے سے ان کا نہ ہونا ہے بہتر

عجائبات انسانی۔جسم اور نقائص!

تحریر و تحقیق: زکریا ورک، ٹورنٹو

انسانی کھال کے ایک اسکوئر انچ میں 19 ملین سیلز ہوتے، 60 بال، تیل کے 90 غدود، 19 فٹ خون کی رگیں، 265 پسینے کے غدود، 19000 سینسری سیلز ہوتے ہیں۔انسانی کھال کا وزن چھ پاؤنڈ ہوتا ہے۔

دماغ کا نرم و گداز مادہ حرکت نہیں کرتا اگر چہ یہ خون کی 25 فی صد آکسیجن کو استعمال کرتا ہے، یہ بڑھتا، نہ گھٹتا اور نہ سکڑتا ہے۔

انسانی عمل تولید قمری وقت کی پابندی کرتا ہے نہ کہ شمسی وقت کی۔ بچہ 266 دن پیٹ میں رہتا ہے، یعنی 9 قمری مہینے، اور ماہواری بھی ایک قمری مہینہ میں ہوتی ہے۔

آنکھ کی پتلیوں سے انسان کے جذبات کا پتہ لگایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ دوسرا شخص ان کو دیکھ سکتا ہو۔اسی لئے سیکرٹ ایجنٹس سیاہ دبیز چشمے پہنتے ہیں۔

اگر ہم کسی چیز کو پسند کرتے ہیں تو پتلیاں پھیل جاتی ہیں، اس لیے سودے بازی کرتے وقت چشمہ لگا لیں۔

نرو سگنل Nerve signal اعصابی دھاگوں Nerve fibers میں 200 میل (321.869 کلومیٹر) فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتے ہیں۔

تین پاؤنڈ کا انسانی دماغ پوری کائنات میں سب سے زیادہ پیچیدہ اور منظّم مادہ ہے۔دماغ کے روزانہ ایک ہزار خلئے ضائع ہوجاتے ہیں، مگر یادداشت پھر بھی برقرار رہتی ہے۔

پاؤں گرم رکھنے کیلئے ٹوپی پہنیں، جسم کی اسی فی صد گرمی سر سے خارج ہوتی ہے۔

ہم ایک گھنٹے میں 1200 مرتبہ سانس لیتے ہیں اور 600 گیلن ہوا جسم میں داخل کرتے ہیں۔

ساٹھ سال کی عمر کے لوگوں کے 50 فی صد taste buds ختم ہوجاتے ہیں اور 40 فی صد قوت شامہ ختم ہوجاتی ہے۔

انسانی جسم میں سب سے بڑا خلیہ نسوانی بیضہ یعنی انڈے کا خلیہ ہے۔ اس کا ڈایا میٹر "1/180 ہے اور سب سے چھوٹا خلیہ مرد کا سپرم ہوتا ہے۔ 175,000 نطفوں کا وزن ایک نسوانی بیضہ کے برابر ہوتا ہے۔

انسانی آنکھ اس قدر حساس ہے کہ اندھیری رات میں پہاڑ پر کھڑا شخص 50 میل دور جلتی ہوئی ماچس کو دیکھ سکتا ہے۔اسٹرونانٹ خلاء میں جہازوں کے بادبان دیکھ سکتے ہیں۔آنکھ میں پردہ شبکیہ (ریٹینا) صرف وہ جسم کا حصہ ہے جہاں خون نہیں جاتا، یہ آکسیجن براہ راست ہوا سے لیتا ہے۔

انسانی جسم میں 60 ٹریلین خلئے ہیں، اور ہر خلئے میں دس ہزار سے زائد مالیکیولز ہوتے۔کسی کیمیائی عنصر میں سب سے چھوٹے ذرے کو مالی کیول کہا جاتا ہے۔

دماغ ایک جھلی (ممبرین) سے گھرا ہوا ہے جس میں شریانیں اور رگیں ہیں، ممبرین اعصاب سے بھری ہوتی ہیں، مگر دماغ میں کوئی فیلنگ نہیں ہوتی۔

عورتوں میں پائے جانیوالی فیلوپین ٹیوب کا نام اطالوی ڈاکٹر Gabriel Fallopius کے نام پر ہے جس نے ان کو بیان کیا مگر یہ نہ بتایا کہ ہیومین فرٹی لائزیشن میں ان کا فنکشن کیا ہے۔اس کے تین سال بعد جب بیضے کے خلئے دریافت ہوئے تو اس کے فنکشن کا علم ہوا تھا۔

اگر جگر کا 80% حصے کاٹ دیا جائے تو یہ باقی کے حصے پر فنکشن کرتا رہیگا اور چند مہینوں میں اپنے اصل سائز پر آجائیگا۔

سطح سمندر پر ہمارے جسم کے ایک مربع فٹ پر 2000 پاؤنڈ ہوا کا پریشر ہوتا ہے۔

جسم کے ڈیزائن میں نقائص

1۔ **ریڑھ کی ناقص ہڈی:** ہمارے آباؤ اجداد جب چوپایوں کی طرح چلتے تھے تو ہماری ریڑھ کی ہڈی کمان کی صورت اختیار کر لیتی تھی تا کہ تمام اعضاء کا وزن اٹھا سکیں جو نیچے ہوتے تھے۔ پھر ہم نے دو ٹانگوں پر چلنا پھرنا شروع کر دیا تو تمام نظام 90 ڈگری گڑ بڑ ہوگیا۔ریڑھ کی ہڈی اب سیدھا ستون بن گئی۔ چلنے کیلئے اس کے نیچے کے حصے میں خم آ گیا۔جبکہ اوپر کی ہڈی اس کے مخالف سمت میں چلی گئی۔ اس تبدیلی سے ہماری کمر کے مہروں میں تبدیلی آگئی جس کی وجہ سے 80% لوگ کمر درد کی شکایت کرتے ہیں۔

2۔ **غیر لچکدار گھٹنا:** ہمارا گھٹنا صرف دو سمتوں میں گھومتا ہے یعنی آگے اور پیچھے۔

اسی لئے ہر بڑی سپورٹ میں کھلاڑی کے کھٹنے کے سائیڈ پر مارنا غیر قانونی ہوتا ہے۔ کھٹنے میں بال اور ساکٹ ہونا چاہئے جس طرح کہ یہ ہمارے کندھوں اور کولھوں میں ہوتے ہیں۔

3۔ **دھڑ کا نچلا حصہ تنگ ہے:** narrow pelvis۔ بچے کی پیدائش بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے، عورتوں کے دھڑ کا نچلا حصہ پچھلے دو لاکھ سال سے تبدیل نہیں ہوا۔ جبکہ ہمارے دماغ سائز میں قدرے بڑے ہو گئے ہیں۔ دھڑ کو بڑا کرنے کی ضرورت نہیں، ایک ہزار سال بعد لیبارٹری میں نطفے اور بیضے کو ملا کر بچے پیٹری ڈِش میں پیدا ہوں گے۔ 4۔ **ضرورت سے زیادہ دانت:** منہ کے پیچھے اوپر اور نیچے کے جبڑے میں تین molar داڑھیں ہوتیں، دماغ جب سائز میں بڑا ہوا تو جبڑا چھوٹا اور چوڑا ہو گیا جس کی وجہ سے تیسری داڑھ کیلئے کافی جگہ نہیں تھی۔ اب wisdom teeth کیلئے جگہ نہیں ہوتی اور یہ جبڑے میں ہی رہتا ہے۔ اس کا علاج تیسری داڑھ کو نکال دینا ہے۔ 5۔ **شریان کا پیچیدہ راستہ:** ہمارے بازوؤں اور ٹانگوں کو خون شریان کے ذریعہ جاتا ہے، جو عضو میں جسم کے سامنے سے داخل ہوتا ہے۔ عضو کے عقب میں ٹیشو جیسے triceps and hamstring شریان ہڈی کے گرد چکر لگا کر گزرتی ہے، جس میں اعصاب ہوتے ہیں۔ کہنی پر شریان ulnar nerve سے ملاپ کرتی ہے ۔ کہنی کے قریب ہمارے بازو کی ہڈی humerous کو جب تیز چیز چبھتی ہے تو ہمارا بازو بے حس ہو جاتا ہے، اس کو فنی بون funny bone کہا جاتا ہے۔ ہر بازو اور ٹانگ کے پیچھے ایک اور شریان ہونی چاہئے۔ 6۔ **الٹا پردہ شبکیہ (ریٹینا):** ہمارے پردہ بصارت میں فوٹو ری سپٹر سیلز ایسے ہی ہیں جیسے مائیکروفون کا منہ الٹا لگا ہوا ہو۔ اس ڈیزائن کی وجہ سے روشنی کو خون اور ٹیشو میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے، نیز ہر خلئے میں سے اسے گزرنا ہوتا ہے۔ اس ناقص ڈیزائن سے پردہ بصارت ٹیشو سے الگ ہو سکتا ہے جس سے بینائی جاتی رہتی ہے۔ اس کی وجہ سے بلائنڈ سپاٹ بھی پیدا ہوتا۔ اس کا ڈیزائن octopus or the squid کی طرح ہونا چاہئے۔ 7۔ **وائس باکس میں نقص:** ہماری آواز کا باکس اور غذا کی نالی trachea (windpipe) and esophagus (food pipe) دونوں ایک ہی جگہ کھلتے ہیں۔ غذا کو ونڈ پائپ سے باہر رکھنے کیلئے، جونہی ہم غذا نگلتے ہیں ہمارے وائس باکس کے اوپر ایک درحنت کے پتے کی صورت کا ڈھکنا چڑھ جاتا ہے۔ کھانا کھانے کے دوران اگر آپ ہنسنا شروع کردیں یا گفتگو شروع کردیں تو غذا ہوا کی نالی میں چلی جاتی ہے اور انسان shoke موت و حیات کا کھیل کھیلنے لگتا ہے۔ وھیل مچھلی کا وائس بکس اس کے بلو ہولز میں ہوتا ہے، اگر ہمارے وائس باکس کو ناک میں منتقل کر دیا جائے تو دو خود مختار نالیاں بن سکتی ہیں۔ مگر اس ڈیزائن سے ہم قوت گویائی سے محروم ہو جائیں گے۔

8۔ **مردوں کے منکشف فوطے:** زندگی دینے والے دو فوطے جسم سے باہر لٹکے ہوتے ہیں جو بعض صورتوں میں بہت تکلیف دہ ہوتے۔ اسی لئے کرکٹ کے کھلاڑی پیڈ رکھتے ہیں۔ بائیسکل چلانے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ کتنی مشکل میں ڈالتے ہیں۔ ان کے باہر لٹکے ہونے کی سائنسی توضیح یہ ہے کہ ان میں جنم لینے والے سپرم کا 3 ڈگری فارن ہائٹ جسم کے درجہ حرارت سے کم ہونا لازمی ہے۔ کم درجہ حرارت کی وجہ سے سپرم بے حرکت رہتے آن جائیکہ یہ اندام نہانی میں جا کر بیضے کو فرٹی لائز کرتے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ سپرم جسم کے درجہ حرارت پر رہتا اور اندام نہانی کو زیادہ گرمی پہنچائی جاتی۔ نیا بلیو پرنٹ بنانے کی ضرورت نہیں، ہاتھی کو پروٹو ٹائپ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ 9۔ **پراسٹیٹ گلینڈ Prostate:** ضعیف العمر لوگوں کیلئے یہ غدود بہت پریشانی کا باعث منتج ہے جب پیشاب ٹھیک طریقے سے مکمل طور پر باہر نہیں آتا قطرے قطرے بن کر آتا ہے۔ یہ غدود ایک ایسا فلوئیڈ پیدا کرتی ہے جو مادہ منی میں جاتا اور سپرم کو مامون رکھتی ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں میں غدود سائز میں بڑی ہو جاتی اور urethra یعنی پیشاب لے جانیوالی ٹیوب کو کمپریس کرتی ہے۔ اس نہایت غلط ڈیزائن کی وجہ سے پچاس سال سے اوپر کے لوگوں کو پیشاب کرنے میں پریشانی و تکلیف ہوتی ہے جو بڑھتی جاتی ہے اس کا علاج آپریشن سے اس کو نکال پھینکنا ہے۔ آپریشن کے بعد erectile dysfunction کا مسئلہ پیدا ہو جاتا جس کیلئے سال سے دو سال کا عرصہ درکار ہوتا تا وقتیکہ سیکس سے لطف اندوز ہو سکے۔ مغربی ممالک میں پراسٹیٹ کینسر بھی عام ہو چکا ہے۔ 10۔ **اپنڈیکس** Appendix عقل داڑھ کی طرح یہ عضو بھی شاید ملین سالوں سے ارتقاء کی باقیات میں سے ہے۔ اگر اس کو جسم سے نکال دیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر بعض بائیولوجسٹ کا کہنا ہے کہ جنین کی پرورش کے دوران یہ عضو ہمارے امیون سسٹم کو تیار کرتا ہے۔ جبکہ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ عضو اس بیکٹیریا کا عافیت کا گھر ونہ ہے جو غذا کے ہضم کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ (بشکریہ طلسم انسانی جسم تصنیف ذکریا ورک، بنارس ہندوستان 2018)

بدلو سوچ..... بدلو زندگی

تحریر: ناصر محمود بیگ۔ کسووال۔ پاکستان

سقراط کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''بتائیں میرا مستقبل کیسا ہوگا؟'' سقراط نے ایک کاغذ منگوایا اور کہا اس پر اپنے خیالات لکھو، اس نے جو سوچا تھا سب لکھ ڈالا۔ سقراط نے بتا دیا کہ جیسے تمہارے خیالات ہیں اس کے مطابق تمہارا مستقبل ایسا ہوگا معروف مصنف نپولین ہل کہتا ہے: ''دنیا میں اتنا خزانہ زمین میں سے نہیں نکالا گیا، جتنا کہ انسان نے اپنے ذہن، خیالات، تصورات اور سوچ کے سمندر سے حاصل کیا''۔ اچھی سوچ ایک ایسا خزانہ ہے جس سے مٹی کو بھی سونا بنایا جا سکتا ہے جبکہ منفی اور گھٹیا سوچ رکھنے والا شخص سونے کو ہاتھ ڈالے تو وہ بھی مٹی بن جائے۔ اچھا سوچنے والے لوگ مسائل کو حل کرنے کی بہتر اہلیت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دوسروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑتے کہ ایسے ان سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھائے اور ان کو دھوکا دے۔ جن کی اپنی آزاد سوچ ہوتی ہے ان کو غلام نہیں رکھا جا سکتا۔ اور قوموں کی غلامی اصل میں سوچ کی غلامی ہوتی ہے۔ تاریخ کے مشہور آمر حکمران اڈولف ہٹلر نے کہا تھا: ''ہم جیسے حکمرانوں کو لوگوں پر حکومت کرنے کا موقع آسانی سے مل جاتا ہے کیونکہ اکثر لوگوں کے پاس سوچ اور فکر نہیں ہوتی''۔ جان میکسویل نے چالیس سال دنیا کے کامیاب لوگوں پر تحقیق کی۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ ایک وصف ان سب میں مشترک ہے اور وہ یہ کہ ان سب کا سوچنے کا انداز ایک جیسا ہوتا ہے۔ یہ اندازِ فکر ہی ہے جو کامیاب اور ناکام شخص میں تفریق پیدا کرتا ہے۔ میکسویل نے یہ بھی بتایا کہ اچھا سوچنا بھی ایک فن ہے جو سیکھنا پڑتا ہے، اچھے خیالات کوئی ایسی چیز نہیں جو آپ کو ڈھونڈتے پھریں یا پھر آپ کے ذہن میں خود بخود آ جائیں بلکہ آپ کو انہیں تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی سوچ بہتر ہو جائے اور اچھے اچھے خیالات آپ کے ذہن میں آئیں تو جان میکسویل کے بتائے ہوئے چند طریقوں پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

1۔ **برتن میں جو ڈالو گے، وہی باہر آئے گا:** ایک آفاقی اصول ہے کہ برتن میں سے وہی چیز باہر آئے گی جو اس میں ڈالی گئی ہوگی، یہ نہیں ہو سکتا کہ اس میں ڈالیں پانی اور نکلے شہد..... آپ اپنے روزمرہ معمولات میں جو کچھ دیکھیں گے، پڑھیں گے، سنیں گے یا جس قسم کے ماحول میں آپ رہیں گے اسی قسم کے خیالات آپ کے ذہن میں پیدا ہونے لگیں گے۔ دنیا کے کامیاب مفکرین اور فلاسفروں نے ہمیشہ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر ہی اتنے زبردست نظریات پیش کیے۔ نیوٹن کے سر پر اچانک درخت سے سیب گر کر لگتا ہے، پھر وہ اس کی وجہ پر غور وفکر کرتا ہے اور آخر کار کشش ثقل کا قانون پیش کر دیتا ہے۔ مشہور انگریزی نظم ''ڈیفوڈلز'' کا شاعر ''ورڈز ورتھ'' فطرت کے دلفریب نظاروں کا دلدادہ نہ ہوتا تو ایسی شاندار نظم تخلیق کبھی نہ ہوتی۔ اس لیے اچھی اچھی کتابیں پڑھنا، بڑے لوگوں کی باتیں سننا اور فطرت کے قریب رہنا، سوچ کے بند دروازے کھول دیتا ہے۔

2۔ **جیسی صحبت ویسی سوچ:** مشہور انگریزی مقولہ ہے کہ اگر کسی انسان کے کردار کو پرکھنا ہو تو اس کے دوستوں کو دیکھ لیں۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا جس قسم کے لوگوں میں ہوگا ان کا رنگ آپ کی سوچ پر ضرور چڑھ کر رہے گا۔ خوشبو کی دکان پر جائیں گے تو کچھ نہ بھی خریدیں پھر بھی کپڑوں میں خوشبو رچ بس جائے گی۔ کوئلے کی دکان پر جائیں گے تو کوئلہ نہیں خریدیں گے تب بھی کپڑوں پر کالک لگ جائے گی۔ اگر آپ کے اردگرد تیز طرار اور کاروباری سوچ رکھنے والے لوگ ہوں گے تو آپ کی سوچ میں بھی تیزی آ جائے گی۔ آپ اپنی سوچ کو جس سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں اسی شعبے کے لوگوں سے میل جول بڑھا دیں۔ لہٰذا اچھا سوچنے والوں کی دوستی بھی انسان کو اچھی سوچ کا مالک بنا دیتی ہے۔

3 ۔ اچھے خیالات کا انتخاب کریں: انسان کے ذہن میں ہر وقت خیالات آتے اور جاتے رہتے ہیں ان میں کچھ اس کے لیے مفید اور مثبت ہوتے ہیں اور بعض اس کو غلط راستے پر چلا دیتے ہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ خیالات کو اچھی طرح چھان پھٹک کر اپنی عادات اور کردار کا حصہ بنائیں۔ ذہن میں کسی خیال کا آنا ہمارے اختیار میں نہیں ہوتا مگر ان میں سے اچھے خیالات کا انتخاب کرکے انہیں عملی جامہ پہنانا ہمارا کام ہے۔ کسی دانشور کا قول ہے: ''دل کے دروازے پر دربان بن کر بیٹھ جاؤ اور دیکھو کہ کون سا خیال آتا ہے اور کون سا خیال جاتا ہے''۔ جس طرح ہم گھر کا دروازہ کھلا نہیں چھوڑتے تاکہ کوئی آوارہ کتا یا چور وغیرہ گھر میں داخل نہ ہو جائے، اسی طرح ہمیں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ذہن میں آنے والا خیال مثبت ہے یا منفی؟ کیا یہ میرے کام کا ہے یا نہیں؟

4 ۔ اپنے اچھے خیالات پر خود بھی عمل کریں: خیالات اور نظریات کی زندگی بہت مختصر ہوتی ہے، یہ بہت جلد اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔ یہ انسان کا کردار اور عمل ہی ہے جو اس کی سوچ کو زندہ رکھتا ہے۔ دنیا میں بہت سے مفکر اور دانشور گزرے جنہوں نے کامیابی کے موضوع پر درجنوں کتابیں لکھ ڈالیں مگر ان میں سے بعض اپنی ذاتی زندگی میں بری طرح ناکام رہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اوروں کو تو کامیابی کے فارمولے بتائے مگر اپنی زندگی میں ان پر عمل نہ کر سکے۔ اس لیے بہت سا اچھا سوچ کر اس پر عمل نہ کرنے سے بہتر ہے کہ تھوڑا سا اچھا سوچ کر اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

5 ۔ سوچ کو جذبات سے آزاد رکھیں: اچھی سوچ کو پروان چڑھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جو محسوس کریں اس پر فوری کوئی رائے یا خیال پختہ نہ کر لیں۔ کسی واقعہ پر اپنا ردعمل ظاہر کرنے سے پہلے اس کا اچھی طرح تجزیہ کر لیں۔ ہمیشہ اپنے جذبات پر قابو رکھیں۔ کبھی بھی جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی منصوبہ نہ بنائیں۔ یاد رکھیں محسوس کرنے اور سوچنے میں فرق ہوتا ہے۔ جذبات دریا کی موجوں کی طرح عارضی ہوتے ہیں جبکہ سوچ دریا کا نہ رکنے والا بہاؤ کا نام ہے۔ اپنی سوچ کی ناؤ کو جذبات کی لہروں کے رحم و کرم پر مت چھوڑیں بلکہ اپنے محسوسات اور جذبات کو اپنے اچھے خیالات کے تابع کریں۔

6 ۔ اچھے خیالات کا تسلسل جاری رکھیں: زندگی میں کامیابی کے لیے صرف ایک اچھا خیال کافی نہیں ہوتا، جیسے اگر ایک شاندار کھیل پیش کرنے والا کھلاڑی، صرف ایک کتاب کا مصنف، ایک تقریر کرنے والا مقرر اور ایک ایجاد کا موجد اپنی پہلی کامیابی پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں، مزید آگے نہ بڑھیں، خوب سے خوب تر کی تلاش نہ کریں تو یہ ان کی خام خیالی ہوگی۔ اسی طرح اچھے خیالات کو ذہن میں جگہ دیں اور نئے نئے خیالات کو ہمیشہ خوش آمدید کہیں۔

سوچ .... انسانی زندگی کے اہم ترین عوامل میں سے ہے جو اس کے اعمال، عادات، اخلاق، کردار اور مستقبل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ تحقیقات سے یہ بات ثابت ہے کہ انسان کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والی سب اہم شے اس کی سوچ ہی ہے۔ سوچ دو طرح کی ہوتی ہے، مثبت اور منفی۔ سوچ منفی اس لیے ہوتی ہے کہ آدمی کو سوچنا نہیں آتا، اس کے ذہن میں پہلے سے منفی یادداشتوں کی بھرمار ہوتی ہے وہ ہر واقعہ اور تجربہ کو ایک ہی عینک سے دیکھنے کا عادی ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے پاس منفی سوچ کے مقابلے میں مثبت سوچ کی متبادل آپشن ہی نہیں ہوتی۔ اگر سوچنے کا فن آ جائے تو اس کو مثبت اور منفی میں سے انتخاب کرنا آ جاتا ہے۔ منفی سوچ کو مثبت بنانے کا فن سیکھنا کچھ مشکل نہیں۔ جان میکسویل نے اپنی کتاب ''کامیاب لوگ کیسے سوچتے ہیں؟'' میں بتایا کہ ان اقدامات سے ہم بھی اپنی زندگی سے منفی سوچ کو کم کر سکتے ہیں۔ مثبت سوچ کے محرکات کو اپنا کر، اچھی سوچ کے مالک افراد سے دوستی کر کے، مثبت خیالات کا انتخاب کر کے، اپنی اچھی سوچ پر خود عمل کر کے، سوچ کو جذبات سے آزاد کر کے اور اچھے خیالات پر مسلسل کام کر کے سوچ بدلنا ممکن ہے۔ بس رکاوٹ صرف یہ ہے کہ آدمی اپنی سوچ کو خود نہیں بدلنا چاہتا۔

یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اُسے تبدیل نہ کریں جو اُن کے نفوس میں ہے۔ (سورۃ الرعد آیت ۱۱)

اقلیتوں کے حقوق!!

ایسا دستور کوئی سامنے لاؤ یارو
جس کو ہر قوم کی تہذیب گوارا کر لے

قائداعظم نے نہرو رپورٹ پر اپنی تجاویز رد کر دیے جانے پر فرمایا تھا:

"جب تک اقلیتوں کو اس امر کا یقین نہ ہو کہ انہیں حکومت اور اس کے آئین کی رو سے بہ طور ایک وحدت کے اپنے مفادات کا تحفظ حاصل ہوگا۔اس وقت تک وہ کبھی ایسے آئین کی حمایت نہیں کر سکتیں قطع نظر اس سے کہ وہ آئین کیسا ہی قابلِ نمونہ اور کہنے کو کتنا ہی مکمل کیوں نہ ہو۔اس سوال کا جواب کہ کون سا دستور کامیاب ہوگا، یہی ہے کہ وہ دستور جس میں اقلیتوں کے حقوق محفوظ ہوں۔ورنہ کوئی بھی دستور دیرپا اور کامیاب نہیں ہو سکتا۔اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوگا کہ ملک انقلاب اور خانہ جنگی میں مبتلا ہو جائے۔"

(قائداعظم۔دی اسٹوری آف اے نیشن۔صفحہ ۲۰۸۔بحوالہ تاریخ نظریہ پاکستان از پیام شاہجہان پوری۔صفحہ ۲۱۱-۲۱۲)

قائداعظم کے اس فرمان کو آئین پاکستان تشکیل دینے والوں نے در خود اعتناء نہ سمجھا اور اسی راہ پر گامزن ہوئے جس کی منزل خانہ جنگی ہی ہو سکتی ہے۔۔جب تک آئین پاکستان ارتقائی سفر میں تھا اس وقت تک امید کا دیا روشن تھا کہ آئین تشکیل پا کر قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے گا۔ضیاءالحق نے روشنی کی طرف جانے کے تمام راستے بند کر کے قوم کو ظلمت کے انتہائی تاریک غار میں اس وقت پھینک دیا جب اس نے آئین پاکستان میں بھٹو کی جانب سے کھولی جانے والی منحوس بوسیدہ اور بدبودار کھڑکی کے راستے داخل ہو کر آئین پاکستان کی عصمت دری ۹۰ سے زائد بار کی۔آج بھٹو اور ضیاءالحق کی آئین پاکستان سے رنگ رلیاں قوم کو ہر سطح پر رسوا کر رہی ہیں۔ان دونوں کی آئین سے قربت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے سانپ کی طرح بلا تفریق مذہب و ملت سبھی کو ڈس رہے ہیں۔حیرت تو یہ ہے کہ ضیاءالحق کا سیاسی بیٹا بھی اپنے سیاسی باپ کی آئینی ترمیم پر نوحہ کناں ہے۔فیض آباد دھرنا ہو یا پیر حمیدالدین سیالوی کی دھمکیاں، ووٹروں اور ووٹ لینے والوں کا لینا دینا ہو یا سلمان تاثیر کا قتل ہو یا پھر ممتاز قادری کی پھانسی، کرپشن کی بہتات ہو یا ملاوٹ کا عام رجحان، سفارش کی لعنت ہو اور یا فرقہ واریت کا منحوس شجر ہو یا کافر کافر اور مسلمان مسلمان کا کھیل ہو اور دوسری بہت سی نحوستیں اسی آئین کی پیداوار ہیں۔اس آئین میں جتنے طریقے ملزم کرنے کے ہیں اس سے کہیں زیادہ آئینی تشریحات ملزم کو معصوم قرار دینے والی ہیں۔ارباب اختیار کو چاہیے کہ فوری طور پر آئین پاکستان کو قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں تشکیل دیں۔اللہ ہم سب پر رحم فرمائے۔آمین

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

A.4۔ فل سائز۔کلر۔150£ ہاف پیج۔کلر۔ 80£ کوارٹر پیج۔کلر۔ 50£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں 07792998973

برصغیر پاک و ہند (علاؤالدین خلجی)

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار

تحریر: رانا محمد حسن خاں

قسط 9

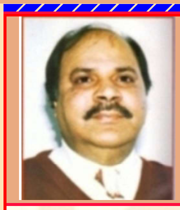

گزشتہ شماروں میں محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ کس طرح ان سلاطین نے بادشاہت حاصل کی اور بادشاہ بن کر کس نوعیت کے کارنامے انجام دیے نیز ان کا اوران کے خاندانوں کا کیا انجام ہوا۔ایسے ہی ایک اور خاندان کا ذکر پیش کیا جا رہا ہے جسے دنیا خلجی خاندان کے نام سے جانتی ہے۔آیئے اس خاندان کے عبرت ناک آغاز و انجام کا حال جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

خلجی خاندان کے آغاز کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ چنگیز خان کے داماد کا نام قالج خان تھا۔قالج خان کی اپنی بیوی اور چنگیز خان سے ناراضگی تھی ،جسے قالج خان نے دل میں چھپائے رکھا ،موقع ملتے ہی اپنے خاندان کے تیس ہزار افراد اور بیوی بچوں کے ساتھ غور اور گرجستان کی پہاڑیوں میں آباد ہو گیا۔کہا جاتا ہے کہ یہاں سے یہ قالجی (کثرت استعمال سے خلجی بن چکا تھا) غوریوں کے دور حکومت میں اقتدار اور اثر رسوخ حاصل کر لیا تھا۔تاریخ فرشتہ کے مطابق ترک بن بافت کے گیارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام خلج تھا،اس کی اولاد کو خلجی کہا جاتا ہے۔ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ قالج خان بھی خلجی ہو۔بعض مورخین کا خیال ہے کہ خلجی دراصل ایک افغان قبیلے غلجئی سے تھا اور یہی غلجئی ہندوستان میں خلجی کی صورت اختیار کر گیا۔

غیاث الدین بلبن کا جانشین، **معز الدین کیقباد** خاندان غلاماں کا آخری بادشاہ ثابت ہوا۔معز الدین کیقباد غیاث الدین بلبن کا پوتا تھا۔اس عیش پرست بادشاہ کے متعلق تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ’’جب قسمت نے کیقباد کو فرمانروائی کے درجہ تک پہنچایا،تو اس نے بڑی فراخدلی سے عیش کوشی اور نفس پرستی میں اپنا وقت ضائع کرنا شروع کر دیا۔گویوں، مسخروں ،شرابیوں اور عیش پرستوں کے اقبال کا ستارہ بلند ہو گیا۔گلی گلی کوچے کوچے گانے بجانے ، ناچ،راگ رنگ کی محفلیں جمنے لگیں۔دہلی کے ہر گوشے سے غزل خواں شیریں آواز آنے لگے ،شرعی قوانین کی کوئی پروانہ تھی۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں شراب کے سیلاب میں بہا دیا گیا ہے۔حالت یہ ہوئی کہ قاضی اور محتسب جیسے لوگ بھی ان اعمال خبیثہ میں مبتلا ہو گئے۔‘‘ تاریخ فیروز شاہی میں اس نفس پرست کے بارے لکھا ہے کہ ’’خوش الحان اور حسین لوگ ،ہنسانے والے مسخرے اور بھانڈ دربار میں آ گئے۔فسق و فجور کا رواج عام ہو گیا،حسین بدکار اور مشہور فاحشہ عورتیں سونے اور زیورات میں غرق ہو گئیں۔کم عمر لڑکوں کے گانے، عربدہ جُو رقاصاؤں کے ناچنے، ملیح دلرباؤں کے کرشموں اور ان جفاکار بے وفاؤں کے غمزہ و ادا سے لشکر کے من چلے عاشق دیوانے ہو جاتے۔حسن پرستوں نے ان حسینوں کی محبت میں ناقوس ہاتھوں میں لے لیے اور بتوں کی طرح ان کی پوجا کرتے تھے... عقل مندان پر فریفتہ اور علما معصیت میں مبتلا ہو گئے۔زاہدوں نے عبادت سے ہاتھ کھینچ لیا اور عابدوں نے شراب خانوں کے دروازوں کو پکڑ لیا۔شرم و حیا درمیان سے اٹھ گئی۔عزت و آبرو جاتی رہی ،بے حیائی پھیل گئی۔قبوں میں شراب کی سبیلیں لگا دی گئیں۔‘‘

جس وقت معز الدین کیقباد کا **خلجی سردار جلال الدین خلجی** سے مقابلہ ہوا تو قوت مردمی سے محروم فالج زدہ بادشاہ کے عیاش امراء اور سازشی عناصر نے بڑی آسانی سے اسے شکست سے دوچار کروا دیا۔جلال الدین خلجی نے معز الدین کیقباد کو قتل کر کے اس کی لاش کو دریائے جمنا میں پھینک دیا۔اوراس کے دس سالہ بیٹے شمس الدین کیومرث کو تخت پر بٹھا کر حکومت کرتا رہا،چند ماہ بعد اسے جلال الدین خلجی نے قتل کر دیا اور خود دہلی کے تخت پر بیٹھ گیا۔جس وقت جلال الدین خلجی تخت نشین ہوا اس کی عمر ستر برس تھی۔

جلال الدین فیروز شاہ خلجی کو بعض مورخین نیک دل بادشاہ خیال کرتے ہیں۔شاید ان مورخین نے اس کی عمر پر غور نہیں ستر سال کا بوڑھا ویسے ہی نرم پڑ جاتا ہے،اس کا چھ سالہ دور غربت کا دور تھا،ایک بھی قابل ذکر کام اس نے نہیں کیا۔غیاث الدین بلبن کی یاد میں آنسو بہاتا رہا جس کے پوتے اور پڑپوتے کو اس نے قتل کیا تھا۔جلال الدین فیروز شاہ خلجی کی طبیعت میں حالات نے نرمی تو پیدا کر دی تھی مگر عیاش پرستی سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔مورخ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ: ’’سلطان کی مجلس کے ساقی ہیبت خان کے لڑکے نظام خریطہ دار اور یلدز ساقیوں کے سردار تھے۔یہ لوگ حسن و جمال اور کرشمہ سازی میں ایسے تھے کہ جو زاہد یا عابد ان کو دیکھتا زنار باندھ لیتا اور اپنی جانماز کو شراب خانے کا بوریا بنا لیتا۔سلطان کی مجلس کے مطربوں میں محمد شاہ

چنگی حسکِ جَ بجاتا ہنتو حا، نقاعی کی بیٹی اور نصرت خاتون گا نا گا تیں ان کی کم عمری اور نسوانی آواز سے پرندے ہوا میں سے نیچے اتر آتے۔ سننے والوں کے ہوش اڑ جاتے۔دل تڑپنے لگتے…''

جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے اپنے بھائی شہاب الدین کے دو بیٹوں علاؤالدین اور الماس خاں (الغ خاں) کو اپنے بچوں کی طرح پالا پوسا تھا اور ان دونوں بھائیوں کے جوان ہونے پر جلال الدین نے اپنی دو بیٹیوں کا ان سے نکاح بھی پڑھوا دیا تھا۔جلال الدین نے تخت نشینی کے بعد جہاں اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو جاگیروں اور اعزازات سے نوازا وہاں اپنے جاہل اور بد دماغ بھتیجے علاؤالدین کو امراء میں شامل کیا اور الماس خاں کو بھی اعزازات سے نوازا۔ماں کا دودھ پینے کے زمانہ سے جلال الدین نے اپنے بھتیجے علاؤالدین کو ناز ونعم سے پالا ،مارنا تو درکنار کبھی تیز نگاہ سے بھی اس کی طرف نہ دیکھا تھا۔علاؤالدین کو لکھنے پڑھنے کا قطعاً شوق نہ تھا۔شروع ہی سے تیراندازی، نیزہ بازی ،شکار اور گھڑسواری کا عاشق تھا۔ضعیف جلال الدین اس کے حرکات وسکنات کا مشاہدہ کر کے باغ باغ ہوتا تھا مگر یہ خبر نہ تھی کہ جو دیکھ رہا ہوں ، یہ میری ہی موت کے سامان ہیں۔علاؤالدین کی مردانگی اور اکھڑ پن کا شہرہ سارے ملک میں ہوگیا۔سوا اس کے چچا کے اس کے ظلم وستم اور قاتل گری سے سبھی نفرت کرتے تھے۔اس کا دل شروع ہی سے کینہ پرور اور رحم سے نا آشنا تھا۔

مورخین کے نزدیک شادی کے کچھ عرصہ بعد علاؤالدین کے اپنی بیوی اور ساس سے تعلقات خراب ہو گئے تھے ،جب اسے حاکم گڑھ مانک پور بنایا گیا تو اسے ان دونوں سے چھٹکارا ملنے پر خوشی ہوئی۔اس نے بادشاہ کی اجازت سے مانک پور کے گردونواح میں خوب تباہی مچائی اور لوگوں کو جی بھر کر لوٹا اور تمام دولت اپنے چچا کی خدمت میں بھجوا کر چچا کا اعتماد حاصل کیا اور دولت کے بدلے میں چچا نے جاگیر اودھ عطا کر دی۔قلعہ دیوگیر کی فتح سے علاؤالدین کے ہاتھ بے شمار دولت لگی جس نے اس کا دماغ بالکل خراب کر دیا،اس نے بادشاہ بننے کے خواب دیکھنے شروع کر دیے۔لوٹ کا مال چچا کو بھیجنے کی بجائے آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔چچا نے اس کی فتح پر جلسہ عیش وطرب منعقد کیا ،چند دن بعد معلوم ہوا کہ علاؤالدین بغاوت پر تلا ہوا ہے۔بادشاہ کے ایک **دانشور امیر ملک احمد** نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے عرض کیا کہ دولت بے اندازہ کا خاصا یہ ہے کہ جس کے ہاتھ لگتی ہے اسے مغرور بنا دیتی ہے اور اس کا نشہ تمام نشوں پر غالب آتا ہے۔امیر ملک احمد نے اور بھی بہت کچھ کہا مگر سلطان نے جواب میں کہا کہ ''میرے بچے کو میرے سامنے شیر کر کے دکھاتا ہے، بھلا میں نے علاؤالدین کے ساتھ کیا برائی کی ہے کہ وہ مجھ سے باغی ہو جائے گا اور مال غنیمت میرے پاس نہ لائے گا۔تو اس سے بہت ہی بدگمان ہے، اس کی کوئی بات تیری بدظنی سے نہیں بچی۔تُو یہ تو خیال کر کہ میں نے اپنی گود میں کس زمانہ سے اسے پالا ہے اور اس کی گردن پر میرے کس قدر احسان ہیں۔میرے بیٹے خواہ مجھ سے برگشتہ ہو جائیں مگر وہ اپنی گردن بار احسان سے نہیں اٹھا سکتا۔''

علاؤالدین خلجی اور اس کے بھائی الماس خاں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر سلطان بذریعہ کشتی اپنے امراء اور ایک ہزار فوجیوں کے ہمراہ گڑھ مانک پور پہنچ گیا۔فوج کو کشتیوں میں چھوڑا اور خود سلطان کشتی سے اتر کر علاؤالدین کی طرف بڑھا۔ علاؤالدین نے شرائط خاک بوسی ادا کیں اور بادشاہ کے قدموں میں گر پڑا۔سلطان نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔بہت دیر تک پیشانی اور آنکھیں چومتا رہا ،بعدازاں اس کی داڑھی پکڑ کر پیار سے ایک طمانچہ مارا اور کہا کہ اے علّی ! ابھی تک تیرے پیشاب کی بو میرے کپڑوں سے نہیں گئی۔۔ تجھے مجھ ضعیف اور روزہ دار پر رحم نہیں آیا جو مجھے اس قدر تکلیف دی۔وقت افطار قریب ہے آ میرے ساتھ بجرے میں چل۔بادشاہ نے علاؤالدین کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔علاؤالدین نے محمود ابن سالم کو اشارہ کیا اس نے تلوار سے بادشاہ پر وار کیا تلوار کے وار سے بادشاہ کا ایک ہاتھ کٹ کر دور جا گرا،بادشاہ کشتی کی طرف بھاگا مگر اختیار الدین ہود نے اس کے دامن کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور ضعیف روزہ دار سلطان زمین پر گر گیا اور اختیار الدین نے اس کا سر آن واحد میں تن سے جدا کر دیا۔

سلطان جلال الدین خلجی اور اس کے امراء کے **سر نیزوں پر رکھ کر** گڑھ مانک پور میں پھیرایا گیا اور بعدازاں اودھ میں بھی یہی وحشیانہ تماشا کیا گیا۔سلطان کی بیوی اور دیگر شاہی خواتین کو دہلی میں قید کر دیا گیا ،اور سلطان کے بیٹوں کو قلعہ ہانسی میں تا مرگ قید کر دیا گیا اور امراء کی جائیدادیں ضبط کر کے انہیں اندھا کر دیا گیا۔

قلعہ دیوگیر سے لوٹی گئی بے شمار رقم جب عیش ونشاط میں خرچ ہوگئی تو رعایا کو بے دردی کے ساتھ لوٹ کر خزانہ بھرا گیا ،کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو دولت کے حصول کے لیے روا نہ رکھا گیا ہو۔اسی دور میں مغل لٹیرے دریائے سندھ عبور کر کے پنجاب پہنچ گئے۔حدود جالندھر میں علاؤالدین خلجی کی طرف سے بھیجی گئی فوج نے ان مغل

لٹیروں کو شکست فاش سے دوچار کر دیا۔ اس فتح کا جشن دھوم دھام سے منایا گیا یعنی رقص و سرور اور شراب و شباب سے دل بہلائے گئے۔

جشن سے فارغ ہو کر علاؤالدین خلجی ان غداروں کی طرف متوجہ ہوا جن نے اس کے چچا کے ساتھ غداری کرتے ہوئے اس کے ساتھی بن گئے تھے۔ علاؤالدین خلجی کا ماننا تھا کہ جو ایک بار غداری کرتا ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے اپنے چچا سے غداری کرنے والوں سے مال و اسباب، زر و نقد اور جاگیریں غرض ہر چیز چھین لی۔ اسباب کی ضبطی کے بعد کچھ کو جلاوطن کر دیا، کچھ کو اندھا کر دیا، کچھ کو مار دیا اور جو باقی بچے انہیں تا مرگ قید کر دیا۔ اور جو اس کے چچا کے آخر وقت تک وفادار رہے انہیں نا صرف عزت دی بلکہ انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ اس کاروائی سے شاہی خزانہ بھر گیا۔

علاؤالدین نے اس کام سے فارغ ہو کر گجرات کے باسیوں کو لوٹنے اور برباد حال کرنے کے لیے شاہی لشکر روانہ کیا جس نے فتح کے بعد راجہ کرن رائے کی رانی اور امراء کی بیویوں کے علاوہ گجراتی لڑکیوں اور مردوں کو غلام بنا کر سلطان کے پاس بھجوا دیا۔ راجہ کرن رائے کی رانی کی عصمت دری سلطان نے کر ڈالی۔ گجرات کی مہم سے واپسی پر تین چار ہزار نومسلم سپاہیوں نے سخت مالی حساب کتاب پر بغاوت کر کے قتل و غارت شروع کر دی، اس غدر میں سلطان کا بھانجا اور چند سردار بھی مارے گئے۔ سلطان کو جب اس کی خبر پہنچی تو اس نے غرور کے نشہ میں مست ہو کر ان نومسلموں کے بیوی بچوں، ماؤں، بہنوں اور بیٹے بیٹیوں سبھی کی گرفتاری اور قتل عام کا حکم دیا، تقریباً **چالیس ہزار نومسلموں کو قتل کیا** گیا۔ بچوں اور ماؤں کے سر آپس میں ٹکرا کر انہیں قتل کیا گیا اور ماؤں کی گودوں سے بچے لے کر انہیں ذبح کر کے واپس انکی گود میں پھینک دیا گیا۔ عورتوں کو ننگا رشتہ داروں کے ساتھ قید کیا گیا اور ان کی آبرو ریزی کی گئی۔ سعید احمد جعفری لکھتے ہیں کہ ''عورتوں اور بچوں پر ظلم کے واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے (علاؤالدین خلجی کے) سینہ میں دل نہ تھا بلکہ اس کے بجائے ایک پتھر یا فولاد کا ٹکڑا تھا، کیونکہ رحم اس میں کبھی دیکھا ہی نہیں گیا۔'' تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ ''اپنے ولی نعمت کا خون بہانے کی نحوست کی وجہ سے اس (علاؤالدین) نے بے گناہوں کا اتنا خون بہایا کہ فرعون نے بھی نہ بہایا تھا۔'' علاؤالدین خلجی کے ایک بھتیجے اور دو بھانجوں نے بھی بغاوت کی تھی۔ سلطان نے ان تینوں کو اور ان کے ساتھیوں کو بھی چن چن کر ہلاک کیا تھا۔

علاؤالدین خلجی چاہتا تھا کہ اپنے چار وزیروں کی مدد سے نبی ہونے کا دعویٰ کرے تا کہ ہمیشہ یاد رکھا جائے اور علماء سے پوچھتا تھا کہ پیغمبر اسلام کس طرح پیغمبر بنے تھے اور میں نبی بن کر کس طریقے سے یاد رکھا جا سکتا ہوں۔ علاء الملک نے اپنی جان مشکل میں ڈال اس عیاش کو جس کے حرم میں ہندوستان کے طول و عرض کی حسین عورتیں موجود تھیں جن کے بطن سے ہر سال اس کے تین چار بیٹے پیدا ہوتے تھے۔ اس خبط سے نکالا۔ اسکے دور میں ایک **فرقہ 'اباحتی'** نام سے ابھرا جو ممنوعات و محرمات کو ناجائز نہیں سمجھتا تھا اور ماں بہن سے تعلق کو روا خیال کرتا تھا۔ تاریخ میں ہے کہ ملک نائب کافور کا سلطان علاؤالدین خلجی مفعول تھا۔ مصنف تاریخ فیروز شاہی نے اس شخص کے بارے میں **''پیش بریدہ پس دریدہ''** کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

علاؤالدین خلجی تکبر کے نشہ میں چور تھا اور دنیا فتح کرنا چاہتا تھا مگر علاء الملک کے سمجھانے بجھانے سے دہلی پر اکتفا کر لیا اور اپنا خطاب **اسکندر ثانی** رکھا۔ اشیاء کی قیمتیں کنٹرول کرنا اس کا کارنامہ بتایا جاتا ہے مگر درحقیقت یہ اس کی مجبوری تھی کیونکہ مغلوں کو روکنے اور عیش پرستی کے لیے دولت اکٹھی کرنے کا یہ ایک طریقہ تھا۔ اس نے گھر گھر جاسوس بھیجے، امرا کو ایک دوسرے کے گھر جانے اور ملنے سے منع کر دیا۔ زبان کھولنا جرم ٹھہرا جس کی شدید سزا دی جاتی۔ زنا کی سزا کے لیے مردانہ خصوصیت سے محروم کر دیا جاتا۔ اس کے ظلم و ستم دیکھ کر علما، فقہا نے سچ بات کہنا ترک کیا اور وہ بادشاہ کی مرضی کے مطابق تاویلیں کرتے۔ اسی بادشاہ کے دور میں حضرت نظام الدین اولیاؒ، امیر خسروؒ اور حضرت رکن الدینؒ جیسے بزرگ ہوئے۔ لیکن بادشاہ کو کبھی جانے اور ملنے کی توفیق نہ ہوئی۔ محض گمان کی بنا پر بے گناہ لوگوں کو قتل کر دینا اس کا وتیرہ تھا۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ ''مختلف قسم کے نشوں کی وجہ سے جو غصہ اس پر سوار رہتا اس کے سبب کسی کی مجال نہ ہوتی کہ کسی مجبور اور ضرورت مند کی عرضی اس کی خدمت میں پیش کر سکے۔ اپنی انتہائے جہالت کی بنا پر احکام و مصالحِ حکومت کو شریعت سے بالکل الگ سمجھتا۔ نماز روزہ کے متعلق اس کو کچھ علم نہ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد کئی ہزار قیدی اور جلاوطن لوگوں نے رہائی پائی''۔ اسلام کو بادشاہ کے کسی اقدام سے فائدہ نہ پہنچا۔ وہ کافور ہزار دیناری نامی ایک شخص کے عشق میں دنیا اور آخرت برباد کرتا رہا۔ اسے ملک نائب (وزیر) مقرر کیا۔ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ سخت بیمار ہوا تو اسی ملک نائب نے اس کا کام تمام کیا۔ سلطان علاؤالدین کے مرنے کے بعد مکافات کا پہیہ حرکت میں آیا۔ اسی ملک نائب نے جس کا سلطان عمر

پھر دیوانہ رہا بادشاہ کے خاندان کے افراد کو چن چن کر مارا۔ سلطان کی بیوہ کو قید میں ڈالا۔ اس کے بیٹوں کی آنکھیں نکالیں، بعض کو قتل کر دیا۔ اس سلسلے میں ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ ''ان دنوں میں جب کہ سلطان علاؤ الدین کے بیٹوں کو قتل اور اندھا کیا جا رہا تھا اور ان کے خاندان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ ایک دوست نے شیخ بشیر دیوانہ سے جو صاحبِ کشف و کرامات تھے، دریافت کیا کہ علائی خاندان کے لوگ کیوں تباہ ہو رہے ہیں اور پستی میں گر رہے ہیں؟ شیخ بشیر دیوانہ (مجذوب) نے جواب دیا کہ علاؤ الدین کی بادشاہت کی بنیاد نہ تھی جو تخت اور حکومت اس طریقے سے حاصل کی جاتی ہے جیسے اس نے حاصل کی تھی وہ اسی طرح برباد ہو کے رہتی ہے...''

جب قسمت سلطان **قطب الدین مبارک شاہ خلجی** پر مہربان ہوئی تو اس نے ایک ایک کر کے پہلے اپنے سب بھائی قتل کرائے۔ قطب الدین، سفاکی اور فسق میں علاؤ الدین سے بھی چند قدم آگے تھا۔ برصغیر میں اسلام کو اس کی وجہ سے بڑا شدید نقصان پہنچا۔ ایک نوجوان امیر خسرو ملک سے اس کے تعلق کے چرچے اکناف عالم میں پھیلے۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ: ''خسرو ملک (خسرو خان) کا تعلق ایک ادنیٰ قبیلے ''پرواز'' سے تھا۔ قطب الدین اس کا دیوانہ ہو گیا اور اس کو بہت مرتبے عطا کیے بلکہ اپنی ہوس پرستی کی وجہ سے وزارت کا عہدہ بھی اس کے حوالے کر دیا۔'' اس بادشاہ کو اللہ والوں، خاص طور پر حضرت نظام الدین اولیاؒ سے عداوت تھی۔

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ''قطب الدین مبارک شاہ کی بری حرکتیں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ وہ اکثر اوقات عورتوں کی طرح زیور پہن لیتا تھا اور اسی عالم میں مجمع میں آ کر لوگوں سے بات چیت کرتا تھا۔ بادشاہ کے محل میں بازاری اور گھٹیا عورتیں ہر وقت جمع رہتیں اور بادشاہ کے اشارے سے نامی گرامی اور ممتاز امراء سے مذاق کر کے ان کی توہین کرتی تھیں۔''

تاریخ فیروز شاہی میں خسرو خان کے متعلق لکھا ہے کہ ''یہ ولد الزنا کمینہ شخص (خسرو) ہر وقت سلطان کو ہلاک کرنے کے متعلق سوچتا رہتا۔ ظاہر میں تو وہ ایک **بدکار اور بے شرم عورت** کی طرح اپنا جسم اس کے حوالے کر دیتا، لیکن باطن میں وہ سلطان کی زیادتی پر غصہ کرتا اور خون کے گھونٹ پیتا رہتا تھا۔ بادشاہ نے نماز ترک کر دی، ماہ رمضان میں علانیہ کھاتا پیتا، اس کے دربار میں ایک کمین بھانڈ امراء ماں اور بیوی کی گالیاں دیتا اور اکثر بلند مرتبہ شرفا کے کپڑوں پر ننگا ہو کر پیشاب کر دیتا اور بعض اوقات بالکل برہنہ دربار میں آ جاتا اور فحش بکتا تھا۔ بادشاہ اس سے بہت محظوظ ہوتا تھا۔ پھر جو ہوا سو ہوا۔ بادشاہ کے قتل کے بعد خسرو خان اور اس کے ہندو رشتہ دار سلطانی حرم میں جا گھسے۔ سلطان کی ایک بیوی کی بے حرمتی کی اور بعد میں اُسے قتل کر دیا۔ پھر خاندان کے دوسرے افراد کو تہ تیغ کیا۔ خسرو خان نے تخت نشین ہوتے ہی محل میں بت پرستی شروع کر دی۔ قطب الدین کی بیوی کو اپنے حرم میں ڈال لیا۔ خاص خاص مسلمان امراء کے خاندانوں پر قبضہ کیا اور مسلمان عورتوں اور کنیزوں سے خسرو اور ہندو پروار رشتے دار متمتع ہونے لگے۔ ''ہندو اور پروار لوگ جن کا غلبہ ہو چکا تھا قرآن مجید کے نسخوں کو کرسیوں کے طور پر استعمال کرنے لگے، محرابوں میں بت رکھ کر ان کی پوجا کرنے لگے۔'' (تاریخ فیروز شاہی)

معزز قارئین! یہ افسانہ نہیں حقیقت ہے کہ خلجی سلطان اول درجے کے عیاش تھے اور قتل و غارت، لوٹ مار ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان کا مطمع نظر قطعاً اسلام نہیں تھا، صرف اور صرف لٹیرا اور عیاشِ نفس ذاتی تھا۔ چالیس ہزار نو مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کا دردناک طریقوں سے قتل خلجی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ جس طرح دیگر مسلمان بادشاہوں کا دامن رشتوں کے خون سے رنگین ہے اسی طرح خلجیوں نے بھی رشتوں کے تقدس کو پامال کیا۔ جلال الدین خلجی نے اپنے محسن غیاث الدین بلبن کے پوتے اور پڑپوتے کو قتل کر کے بلبن خاندان کا خاتمہ کیا تھا اسی طرح اس کے بھتیجے نے نہ صرف اسے قتل کیا بلکہ اس کے بیوی بچوں کو بھی قید تنہائی میں اندھا کر کے مار دیا۔ اسی طرح علاؤ الدین نے اپنے دو بھانجوں اور عزیز برادر کے بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا بعد میں علاؤ الدین کو اور اس کے بیٹوں کو ملک نائب کافور نے قتل کر دیا۔ جو باقی قطب الدین مبارک شاہ سمیت رشتے دار بچ گئے تھے انہیں خسرو خان نے ہلاک کر کے خلجی خاندان کا وجود ہندوستان سے مٹا دیا۔

مشہور جنگجو
عیاش اور بے رحم
سلطان
علاؤ الدین خلجی

ہندو استاد پر توہینِ رسالت کا الزام

وطن عزیز میں ان دنوں لیڈران اور عوام کشمیری بھائیوں پر بھارتی عسکری اداروں کی جانب سے کیے جانے والے انسانیت سوز مظالم پر سراپا احتجاج ہیں۔نہایت بیدردی سے کشمیری مسلمانوں کوقتل کیا جارہا ہے،خواتین کی عصمت دری اور بچوں پر بہیمانہ تشدد کیا جارہا ہے۔حکومت پاکستان اس ساری صورت حال کو عالمی برادری کے سامنے رکھ کر مطالبہ کررہی ہے کہ کشمیر میں انسانی حقوق پامال کیے جارہے ہیں انہیں روکا جائے ۔ اور یہی مطالبہ سلامتی کونسل ،ریڈکراس اور ایمنسٹی انٹرنیشنل پاکستان سے گزشتہ چالیس برس سے کررہی ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں،خواتین،بچوں اورخواجہ سراؤں کے انسانی حقوق کی حفاظت کی جائے ان کے انسانی حقوق کوپامال کیا جارہا ہے۔عالمی ادارے یہ مطالبہ بھی پاکستان سے کرتے آرہے ہیں کہ مذہبی انتہاپسندی کوبھی لگام دی جائے اورایسے قوانین بھی ختم کیے جائیں جواقلیتوں کے بنیادی شہری حقوق سلب کرتے ہیں۔جس طرح پاکستان کے ارباب اختیار کی ناک کے آگے اقلیتوں،خواتین،بچوں اورخواجہ سراؤں کوزندہ جلایا جارہا ہے،قتل کیا جارہا ہے،جنسی زیادتی اورتشدد کیا جارہا ہے اب بھارت بھی اسی نہج کی کاروائیاں بھارتی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں بالخصوص کشمیری مسلمانوں کے خلاف کررہا ہے۔انسانی حقوق کی پامالی بدترین جرم ہے۔

گزشتہ دنوں پاکستان کے صوبے سندھ کے ضلع گھوٹکی میں ایک ہندواستاد پر توہینِ رسالت کا الزام عائد کیے جانے کے بعد مشتعل ہجوم کی جانب سے مندر کی بےحرمتی اور ہندو برادری کی دکانوں میں لوٹ مار کے الزامات پر درجنوں افراد کے خلاف مقدمات درج کیے گئے ہیں۔استادنوتن مل جوکہ ایک ریٹائرڈ پروفیسر ہیں، کے خلاف بھی توہینِ رسالت کی دفعہ 295 سی کے تحت مقدمہ درج کر کے انہیں حفاظتی تحویل میں لے لیا ہے۔تفصیلات کے مطابق نوتن مل پر ایک ۱۳ سالہ لڑکے نے الزام لگایا تھا کہ انہوں نے کلاس روم میں توہین رسالت کی ہے۔یہ بات جب مسلمانوں نے سنی تو مشتعل ہوگئے اور سائیں سادرام داس مندر میں توڑ پھوڑ کی جس سے ہندوؤں کے بتوں کو بھی نقصان پہنچایا گیا جبکہ شاہی بازار میں ہندو برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کی دکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ یہ جاہل مظاہرین ہمیشہ کی طرح سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے راستہ بند کرنے جیسی غیر اسلامی حرکت کے بھی مرتکب ہوئے۔

مندر میں توڑ پھوڑ کے الزام میں دفعہ ۲۹۵ کے تحت پینتالیس افراد کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا ہے۔اس واقع کے بعد اچھی بات یہ دیکھنے میں آئی کہ علاقہ کے شرفاء نے رات بھر نا صرف مندر کی حفاظت کی بلکہ واقع کی شدید الفاظ میں مذمت بھی کی ہے۔واضح رہے کہ گھوٹکی شہر میں ہندو آبادی کا تناسب 30 فیصد ہے جبکہ پورے ضلع میں ہندو آبادی 20 سے 25 فیصد بتائی جاتی ہے۔

معزز قارئین! یہ پہلا واقع نہیں ہے جس میں ملوث افراد کی پکڑ دھکڑ ہوئی ہے، کچھ عرصہ بعد ملزم چھوٹ جاتے ہیں۔دینی غیرت کے نام پر قتل کرنے والوں کو وطن عزیز میں ہیرو گردانا جاتا ہے۔وزیراعظم سے لے کر چپڑاسی تک اس نام نہاد دینی غیرت نامی بیماری میں مبتلا ہیں۔وزیراعظم کی دینی غیرت گوارانہیں کرتی کہ کوئی عاطف میاں یا کوئی اوراقلیتی بندہ ان کا مشیر بنے۔چیف آف آرمی اسٹاف نہیں چاہتا کہ کوئی اقلیتی بندہ جنرل بنے،کوئی سیاستدان نہیں چاہتا کہ کوئی اقلیتی شہری گورنر یا وزیراعلیٰ بنے۔جداگانہ انتخابات کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو ووٹ نہیں دے سکتا اور نہ ہی کوئی غیر مسلم شہری کسی مسلمان امیدوار کو ووٹ دے سکتا ہے مگر اسمبلیوں میں جاتے ہی یہ حرام اور غیر آئینی قانون، آئینی اور حلال ہو جاتا ہے۔اقلیتی ارکان اسمبلی کو حکومت بنانے والی جماعت اور اپوزیشن جماعتیں جائز ناجائز طریقے سے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتی ہیں۔

آسیہ بی بی کی بے گناہی ثابت کرنے میں عدلیہ کو دس برس لگے۔اس وقت بھی ۱۷ افراد کو پھانسی کی سزا سنائی جاچکی ہے ان کی اپیلیں کئی برس سے زیرالتواء ہیں اور عدلیہ کی مصروفیت کے باعث سینکڑوں افراد توہین مذہب کے الزام میں جیلوں میں اذیت ناک دن گزارنے پر مجبور ہیں۔ایک ہزار ہندو اور عیسائی لڑکیوں سے زبردستی مسلمانوں سے شادی کی جاتی ہے۔گو آج تک کسی کو توہین مذہب پر پھانسی نہیں دی گئی مگر کم و بیش ستر افراد کو توہین مذہب کے الزام پر ماورائے عدالت قتل کیا جاچکا ہے،بعض کو زندہ جلایا گیا۔تقریباً سالانہ ۹ہزار بچوں سے جنسی زیادتی ہوتی ہے اور ایک ہزار سالانہ غیرت کے نام پر خواتین قتل ہوتی ہیں۔۵ برس میں ۵۷ خواجہ سراؤں کو قتل کیا گیا۔۔۔۔ اے اللہ! اہل وطن کو ہدایت دے۔آمین

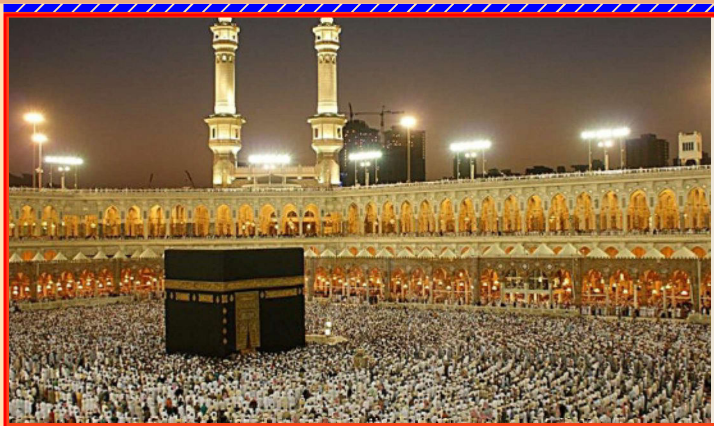

"مکّہ مکرمہ" قسط2

(اِنّ اَوّلَ بَیتٍ وُضِعَ لِلنّاسِ لَلّذِی بِبَکّۃَ مُبَارَکاً وَھُدًی لِلّعَالَمِینَ.)

(عالم اسلام کیلئے محبت وعقیدت، ایمان ویقین کا مرکز)

تحریر وتحقیق: سیّد حسن خان۔لندن

گزشتہ شمارہ میں مکّہ مکرمہ کی تاریخ بیان کی گئی تھی۔فضائل مکّہ بیان کرتے ہوئے میقات واحرام کے متعلق بھی معلومات بیان کردی گئیں تھیں۔قارئین کرام گزشتہ شمارہ میں جہاں سے مضمون کا سلسلہ منقطع ہوا تھا وہیں سے مضمون کا اگلا حصہ شروع کرتے ہیں۔

خانہ کعبہ یا مسجد حرام: اس مبارک خانہ خدا کی بلندی 14 میٹر ہے جبکہ اس کی بنیاد کی پیائش 145 میٹر ہے۔خانہ کعبہ کا کونہ رکنِ عراق کہلاتا ہے۔جنوبی سمت کا کونہ رکنِ یمانی کہلاتا ہے۔مشرق والا کونہ حجرِ اسود کہلاتا ہے۔اور مغربی سمت والا کونہ رکن شامی کہلاتا ہے۔

خانہ کعبہ مختلف ناموں سے موسوم ہے۔یعنی بیت اللہ شریف۔بیت اللہ۔بیت عتیق۔بیت الحرام (یعنی حرمت والا گھر)۔مسجد حرام۔(یعنی حرمت والی مسجد) اور قبلہ وغیرہ۔اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر اس گھر کو وہ عظمت اور تقدس عطا فرمایا ہے جو کسی گھر کو نصیب نہیں۔طواف کی فضیلت کے بارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ "جس نے اس گھر کے سات چکر طواف کے کئے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

کعبہ شریف کی تعمیر: کعبہ شریف کی تعمیر کے بارہ میں آراء ہیں کہ اس کو پہلے ملائکہ نے تعمیر کیا۔یہ بھی قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اوّل اس کی تعمیر کی۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمین کی تخلیق سے 2000 سال پہلے اسے تعمیر کیا گیا۔(اس طرح کے بیہودہ خیالات اور افسانوں کو نجانے کیوں اور کس طرح تفسیروں اور سیر کی کتابوں میں شامل کرلیا گیا ہے۔) تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر 5 دفعہ وقتاً فوقتاً ہوتی رہی۔یعنی! ا۔حضرت ابراھیم علیہ السلام نے کی۔۲۔قریش کی تعمیر۔۳۔حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر۔۴۔حجاج بن یوسف ثقفی کی تعمیر۔۵۔ترک فرماں روا سلطان مراد خان عثمانی کی تعمیر۔

کعبہ شریف کی تعمیر کے 2 ادوار کی مختصر تاریخ: نمبر۱۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔اس کی تعمیر میں پتھر استعمال کیا گیا۔اس مبارک گھر کی بلندی نو ہاتھ یعنی چار فٹ پانچ انچ میٹر رکھی۔اس کا طول مشرقی جانب 16 فٹ رکھا۔مغرب میں اس کا طول 15 میٹر رکھا۔حضرت ابراھیم علیہ السلام کے وقت خانہ کعبہ میں صرف دروازے تھے جو کہ زمین سے ملے ہوئے تھے اور دونوں بغیر کواڑ کے تھے۔خانہ کعبہ کی چھت بھی نہیں تھی اور خانہ کعبہ کے شمال میں ایک سائبان بنایا گیا تھا جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بکریاں رکھی گئی تھیں جس کو آجکل حطیم کہتے ہیں اور حجر اسود حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ایک جگہ نصب فرمایا۔**نمبر۲۔** جب خانہ کعبہ کسی وجہ سے جل گیا تھا اور سیلاب کے آنے سے خانہ کعبہ کی دیواریں ٹوٹ گئیں تھیں تو قریش مکہ نے اس کی از سرِ نو تعمیر کی۔قریش نے اس میں چند تبدیلیاں بھی کیں۔یعنی سابقہ بلندی کو بڑھا کر 9 میٹر کردیا اور خانہ کعبہ کی چھت بھی ڈال دی۔نیز لکڑی کا ایک پرنالہ بھی لگا دیا۔خانہ کعبہ کے مغربی دروازہ کو بند کرکے اس کے مشرقی دروازے کو زمین سے بلند کردیا۔اس تعمیر میں آنحضرت ﷺ خود بنفس نفیس شامل ہوئے۔جب حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا وقت آیا تو قریش میں اختلاف پڑ گیا کہ کون حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر لگائے۔آخر کار یہ طے پایا گیا کہ اگلے دن جو سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو وہ ہی فیصلہ کرے گا اور اس کے فیصلہ کو سب تسلیم کریں گے۔چنانچہ اگلے دن سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہونے والے ہمارے پیارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔آپؐ نے ایسی دانشمندی اور حکمت عملی استعمال فرمائی جس نے اس نازک مسئلہ کو یکسر ختم کردیا۔آپؐ نے حجر اسود کو ایک چادر میں

رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کے ایک کونے کو پکڑے اور جہاں پر پتھر نصب ہونا تھا سب لوگ ملکر چلیں۔ چنانچہ سب نے ایسے ہی کیا اور اس طرح حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اس جگہ نصب کر دیا۔

حجر اسود: حجر اسود جنت کا پتھر ہے جس کو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے سب سے پہلے خانہ کعبہ میں مشرقی رکن (کنارے) پر نصب فرمایا تھا۔ ابتداء میں یہ پتھر صرف ایک ہی ٹکڑا تھا مگر بعض حادثات کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا۔ حجر اسود کی تاریخ میں سب سے زیادہ افسوس ناک واقعہ اس وقت پیش آیا جب سات ذی الحجہ ۳۱۷ھ کو بحرین کے حاکم ابو طاہر سلیمان قرامطی نے مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا۔ اس سال کسی مسلمان نے بھی حج نہ کیا اور کوئی بھی عرفات نہ جا سکا۔ ابو طاہر قرامطی بحرین واپس جاتے ہوئے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے اکھاڑ کر ساتھ لے گیا۔ 22 سال کے بعد بنو عباس کے خلیفہ مقتدر باللہ نے تیس ہزار دینار ابو طاہر سلیمان قرامطی کو دے کر اس سے حجر اسود کو واپس لیا اور اسے اس کی جگہ پر نصب کرایا۔ یاد رہے ۷۳ھ کو حجاج بن یوسف نے بھی عبدالملک مروان کے حکم پر خانہ کعبہ پر سنگ ریزی کی تھی۔ اس سنگ ریزی کی وجہ سے حجر اسود کو بھی آگ کی تپش نے جھلسایا تھا۔ عبداللہ بن زبیر اور دیگر ہزاروں مسلمان قتل ہوئے تھے۔

حجر اسود کی فضیلت: حجر اسود کا آنحضرت ﷺ نے نیز تمام انبیاء کرام نے اس کا بوسہ لیا ہے۔ اس لئے طواف کرنے والے کیلئے مسنون ہے۔ بے حد رش کی وجہ سے اس کا استلام (یعنی ہاتھ یا لکڑی سے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو چومے) اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو صرف اشارہ کر کے طواف کرے۔

رکن یمانی: یہ خانہ کعبہ کے جنوبی رکن کا حصہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو میں نے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکنوں کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (یعنی حجر اسود اور رکن یمانی)

(روایت البخاری شریف کتاب الحج)

ملتزم: ملتزم (چمٹنا) وہ مقام ہے جس کا التزام مسنون ہے۔ وہ اس طرح پر کہ سینہ اور دونوں ہاتھ اور رخسار کو اس جگہ کعبہ شریف سے چمٹا لیا جائے۔ اس کی جگہ کعبہ کے دروازے سے حجر اسود تک ہے جس کا عرض تقریباً 2 میٹر ہے۔ ملتزم کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ جب طواف سے فارغ ہوتے تو اس جگہ آ کر چمٹ جاتے اور اپنے سینہ مبارک، ہاتھ اور رخسار کو اس سے چمٹا لیتے۔ (اخرجہ ابن ماجہ باب الملتزم)۔ یہ ان مقامات میں سے ہے جہاں پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رکن اور دروازہ کے درمیان والی جگہ کو ملتزم کہا جاتا ہے، اس مقام پر چمٹ کر جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اس کی دعا یقیناً قبول ہوتی ہے۔ (اخرجہ البیقی 164/5)

میزاب۔ (پرنالہ): یہ میزاب یا پرنالہ خانہ کعبہ کی چھت پر شمالی سمت یعنی حطیم کی جانب لگا ہوا ہے۔ جو کہ خانہ کعبہ کی چھت کی دھلائی یا بارش کے وقت چھت کا پانی نکلنے کیلئے نصب کیا گیا ہے۔ قریش مکہ کے زمانہ میں یہ پرنالہ لکڑی کا تھا اس کے بعد ولید بن عبدالمالک کے دور میں مکہ مکرمہ کے والی خالد بن عبداللہ قسری نے اسے سونے کی تختیوں سے تیار کر کے نصب کیا تھا۔ اس کے بعد 1273 ہجری میں ترکی سلطان عبدالمجید خان عثانی نے خالص سونے سے تیار شدہ ایک پرنالہ بیت اللہ شریف پر لگایا۔

غلافِ کعبہ: کسوہ یا غلافِ کعبہ یہ وہ پردہ ہے جو کہ کعبہ شریف کی عمارت پر لٹکایا گیا خانہ کعبہ کے دو پردے میں ایک داخلی اور ایک خارجی، بیرونی۔ خارجی پردہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے لٹکایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی یمنی کپڑے سے تیار شدہ غلاف کعبہ کو مزّین فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء کرامؓ اور بادشاہوں نے اہتمام جاری رکھا۔

غلاف کعبہ کے بارہ میں یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ پرانے پردہ پر ہی نیا پردہ چڑھایا جاتا تھا۔ مگر عباسی خلیفہ 160ھ میں حکم جاری کیا کہ آئندہ سے خانہ کعبہ پر صرف ایک ہی پردہ ڈالا جائے۔ جب ترکی میں خلافت عثانی قائم ہوئی تو پھر یہ غلاف ترکی میں تیار ہو کر آنے لگا۔ اس کے بعد مصری فرمانروا محمد علی پاشا کے سپرد کر دی گئی۔ اس طرح پھر مصر سے غلاف کعبہ تیار ہو کر آتا رہا۔ اس کے بعد 1346 میں ملک عبدالعزیز آلِ سعود نے اس پردہ کی تیاری مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں ہی کارخانہ کی تعمیر کا حکم جاری کیا۔ جس کے بعد آج تک خانہ کعبہ پر اسی کارخانہ سے تیار شدہ غلاف ڈالا جاتا ہے۔ یہ غلاف مختلف کپڑوں اور رنگوں کا ہوتا تھا۔ مگر اب خالص ریشم سے تیار ہوتا ہے۔ جس پر کالا رنگ چڑھایا جاتا ہے جس پر عمدہ کڑھائی اور اعلیٰ طریق سے کشیدہ کاری سے مختلف عبارتیں لکھی جاتی ہیں مثلاً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ جل جلالہ۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ سبحان

اللہ العظیم ۔یا حنان ۔یامنان۔ آخری دو عربی کے کلمے سات کے ہندسے کی شکل میں لکھا ہوتا ہے۔اس غلاف کی بلندی 14.5 میٹر ہے۔جس میں سونے اور چاندی کا استعمال ہوتا ہے۔اس کا طول 47 میٹر اور عرض 95 میٹر ہے۔یہ پردہ کل 16 ٹکڑوں سے جڑا ہوا ہے۔خانہ کعبہ کا غلاف ہر سال ذی الحجہ کی 9 تاریخ کو تبدیل کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ ایک داخلی پردہ بھی ہے جو کہ تین سے پانچ سال کی مدت میں بدلہ جاتا ہے۔یہ پردہ کعبہ کی دیواروں کے اوپر والے آدھے حصہ پر ڈالا جاتا ہے اور خانہ کعبہ کی اندرونی چھت کو سبز رنگ کے خالص ریشمی پردہ سے مزین کیا جاتا ہے جس پر سفید رنگ کی تحریر لکھی جاتی ہے۔

خانہ کعبہ کے اندر کی حالت: خانہ کعبہ کے اندر کا فرش سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے۔جس کے اردگرد کالے پتھر کی دھاریں ہیں۔خانہ کعبہ کی دیواروں کے 4 میٹر بلندی تک گلابی ٹائل لگائے گئے ہیں۔ان ٹائیلوں کی ترکیب ایسی فنی اعتبار سے کی گئی ہے کہ یہ خانہ کعبہ کی دیوار سے ذرا فاصلہ پر لگی ہیں۔دیواروں کا باقی حصہ اور چھت پردہ سے مزین ہے۔خانہ کعبہ کے اندر تین لکڑی کے ستون لگائے گئے ہیں۔جو کہ خانہ کعبہ کے وسط میں ہیں۔جن پر چھت کا سہارا ہے۔خانہ کعبہ کی دیوار پر گہرے رنگ کا ٹائل لگایا گیا ہے جو کہ اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ یہاں پر آنحضرت ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔خانہ کعبہ کے اندر ایک بہت بڑا صندوق ہے جس میں خانہ کعبہ سے متعلق بعض اہم چیزیں رکھی جاتی ہیں۔

(حوالہ مکہ مکرمہ ماضی وحال کے میں۔تالیف محمود محمد حمو)

مقامِ ابراھیم: یہ ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کعبہ کی تعمیر کا حکم فرماتے تھے۔یہ مقام ابراھیم حضرت ابراھیم علیہ السلام سے لیکر آج تک اپنی جگہ پر قائم ہے۔17 ھجری میں ایک سیلاب کا بہاؤ اس پتھر کو مسفلہ تک لے گیا۔تب حضرت عمر بن خطابؓ نے اس کو اس کی سابقہ جگہ پر دوبارہ نصب فرمایا۔سب سے پہلے اس کو حضرت خلیفہ مہدی عباسی نے 161 ھجری میں سونے سے مزین کیا۔اس پتھر کو ایک مربع مسلّق کے خول کے اندر رکھ دیا گیا ہے۔

حطیم: اس حطیم کی وجہ تسمیہ بروایت ترمذی شریف کہ اس جگہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے حضرت حاجرہؓ کے لئے لکڑیوں سے ایک جھونپڑی بنا کر دی تھی۔اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قریش نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر سے صرف حلال مال لگانے کی شرط لگا رکھی تھی اس لئے حلال مال اتنا نہ مل سکا جس سے خانہ کعبہ کی تعمیر اس سے پوری نہ ہو سکی تھی اس لئے مجبوراً قریش نے خانہ کعبہ کو اس شمالی حصہ کی تعمیر سے الگ کر دیا گیا۔اور اس کے اردگرد بھی طواف کرنے کی جگہ بنا دی گئی۔حطیم کے اندر ایسے ہی ہے جیسے کہ خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھ لی جائے۔حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں چاہتی تھی کہ میں خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھوں پس آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں داخل کر دیا۔اور فرمایا کہ اگر تم بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنا چاہتی ہو تو یہاں نماز پڑھ لو بلا شبہ یہ جگہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے۔ (روایت ترمذی حدیث 872 قال حدیث حسن صحیح)

زمزم کا پانی: آب زمزم پانی کے بارہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روئے زمین پر سب سے اچھا پانی زمزم کا پانی ہے۔اس میں کھانے کی غذائیت ہے اور بیماری سے شفاء ہے۔ (روایت عبرانی فی الکبیر)

صفا اور مرہ: صفا نامی ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جو ابوقبیس نامی پہاڑی سے نیچے کی جانب واقع ہے اور خانہ کعبہ کے جنوب مشرق میں ہے۔اس جگہ سے حج یا عمرہ میں کی جانے والی سعی کی ابتداء ہوتی ہے۔مروہ بھی ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کا پتھر سفید ہے۔یہ خانہ کعبہ سے شمال مشرق میں واقع ہے۔یہ قعیقعان نامی پہاڑی سے متصل ہے جس پر سعی کا اختتام ہوتا ہے۔جن کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہوتا ہے۔اِنَّ صفا ومروۃ مِنْ شَعَارِ اللہ فَمَن حَجَ البَیتَ اَوِ اعتمَرَ فَلَا جُنَاحَ علیہ اَن یَّطَوَّفَ بِھِمَا۔ (سورۃ بقرہ 158)

ترجمہ: بلا شبہ صفا مروہ اللہ تعالی کے شعائر میں سے ہیں پس جو شخص حج یا عمرہ کرے اس کیلئے فرض ہے کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے۔

صفا مروہ کے درمیان سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہؓ نے سعی کی۔جب پانی ختم ہو گیا اور اسماعیل علیہ السلام جبکہ ابھی بچے ہی تھے پیاس سے بے چین تھے تو بی بی ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں کبھی صفا پر چڑھتیں اور کبھی مروہ پہاڑی پر اور دونوں کے بیچ کی وادی میں تیزی سے بھاگتیں۔پھر اس طرح دونوں پہاڑیوں کا طواف کرتی رہیں تا کہ پانی کا حصول ہو سکے۔یہاں تک کہ جب آپؓ نے ساتواں چکر پورا کیا تو بچہّ کی سمت سے آواز سنائی دی۔فوراً بچہ کی طرف لپکیں تا کہ اس کو تسلی دیں مگر جیسے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئیں تو کیا دیکھتیں ہیں کہ بچہّ کے پیروں تلے پانی بہہ رہا ہے۔ (بقایا اگلے شمارہ میں ملاحضہ فرمائیں)

باروخ اسپینوزا (Baruch Spinoza)

قسط 1

(تحریر: رانا محمد حسن خاں)

جس طرح عصر حاضر میں سچ بولنا اور سوال کرنا مذہبی ٹھیکیداروں کے نزدیک جرم ہے اسی طرح تاریخ کے پنوں پران گنت ایسی ہستیوں کا ذکر موجود ہے جنہیں ہر اک مذہب کے سوداگروں نے سچ بولنے اور سوال کرنے کے جرم کی پاداش میں نا صرف اپنے مذاہب سے جدا کر دیا بلکہ دردناک سزاؤں کا طوق بھی ان کے گلے میں ڈالا گیا۔آج ایسی ہی ایک ہستی باروخ اسپینوزا (Baruch Spinoza) کا ذکر درج ذیل سطور میں معزز قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

باروخ اسپینوزا (24 November1632–21 February 1677) کے یہودی آباء واجداد کا تعلق اندلس سے تھا جب ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کے اقتدار کا سورج اندلس میں غروب ہو گیا تو یہودیوں کو بھی اندلس چھوڑنا پڑا۔جو یہودی خاندان ہجرت کر کے ہالینڈ آئے ان میں باروخ اسپینوزا کا خاندان بھی تھا، یہ مہاجر عالم اسلام میں فلسفہ کے آخری تاجدار ابن رشد کا علمی خزانہ بھی ساتھ لائے تھے،اسی خزانے سے موتی چن کر باروخ اسپینوزا نے یورپی فلسفے کو بے حد متاثر کیا۔ہم کہہ سکتے ہیں وہ شمع جسے ابن رشد نے بارہویں صدی عیسوی میں روشن کیا تھا اسے سقوط اندلس کے بعد باروخ اسپینوزا نے سترہویں صدی عیسوی میں دوبارہ ہالینڈ میں روشن کردیا۔

باروخ اسپینوزا ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈیم میں دولت مند والدین کے ہاں پیدا ہوا۔اس کے والد نے اسے دینی تعلیم کے لیے وقف کر دیا۔ان دنوں مذہبی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علموں کو صرف دینی تعلیم دی جاتی تھی دنیاوی تعلیمات سے انہیں دور رکھا جاتا تھا، بالکل ویسے ہی جیسے اکثر اسلامی کہلانے والے مدارس سے دنیاوی علوم کو کوسوں دور رکھا جاتا ہے،حالانکہ تمام علوم انسانوں کے فائدہ ہی کے لیے ہیں۔ بہر حال اچھے حافظہ اور اعلیٰ دماغ کی بدولت باروخ اسپینوزا نے چودہ برس کی عمر میں دینی علوم میں وہ کمال حاصل کیا کہ بڑے سے بڑا یہودی امام بھی اس سے گفتگو کرتے ہوئے گھبراتا تھا۔ یہودیوں کو اس پر بیحد ناز تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ نوجوان ضرور اگلے دنوں یہودی قوم کے لیے باعث افتخار ہوگا۔

باروخ اسپینوزا کی محققانہ طبیعت نے جب دیکھا کہ اس کے دماغ میں اٹھنے والے سوالات کا کوئی جواب بھی حاصل کردہ دینی تعلیم دینے سے قاصر ہے۔تو وہ بے چین ہو گیا۔اس نے ان سوالات کے متعلق اپنے دوستوں سے ذکر کیا تو ان دوستوں نے یہودی اماموں کو اس کے بدلتے رویے کے متعلق بتایا تو ان اماموں نے اسے بلایا اور سخت لہجہ میں اس سے پوچھا کہ کیا تم نے توریت اور طالمود پر تنقید کی ہے؟اس کے جواب میں باروخ اسپینوزا نے سچائی سے جواب دیا کہ بیشک! مجھے توریت پر نہ صرف یہ اعتراض ہے کہ اس میں بقاء و ابدیتِ روح کا ذکر نہیں بلکہ اور بھی کئی اعتراضات ہیں مثلاً موجودہ توریت کی صحت کا کیا ثبوت ہے؟ خدا کی ہستی پر کون کون سے دلائل دیے گئے ہیں؟ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے کیا ذرائع بتائے گئے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ان باتوں کو سن کر یہودی اماموں نے اسے غصے سے کہا نادان لڑکے! تجھے یہ جرآت کیوں کر ہوئی کہ توریت مقدس پر اعتراض کرے؟اس کے جواب میں باروخ اسپینوزا نے کہا کہ جناب جو بات مدارِ یقین نہیں ہوسکتی وہ مدارِ ایمان کب ہوسکتی ہے۔اس پر یہودی اماموں نے کہا کہ اگر تم نے ان کفریہ عقائد سے توبہ نہ کی تو تمہیں یہودی جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔باروخ نے مسکراتے ہو جواب دیا کہ اگر میرے سوالات کا یہی جواب ہے تو جس قدر جلد عنایت ہوگا مہربانی ہوگی۔

یہودی علماء نے اس کاروائی کی بابت اپنے بڑے امام ربی مارٹا ئرا (باروخ اسپینوزا اس کا شاگرد رہا تھا) کو بتایا۔اس نے بھی اسے بلا کر اس کے سوالات کے جواب دینے کی بجائے بھری مجلس میں گرج کر کہا کہ تیرے سامنے دو

باروخ اسپنوزا

راہیں کھلی ہیں یا تو ان کفر یہ عقائد سے توبہ کر یا جماعت سے خارج ہونے کی تیاری۔اس کے جواب میں باروخ اسپنوزا نے کہا کہ میں اپنے ضمیر کی آزادی کو کسی قیمت پر فروخت نہیں کر سکتا،یہ تو جماعت یہود ہی ہے اگر آپ کل دنیا کی جماعتوں سے خارج کر دیں تو بھی میں اپنے خیالات تبدیل نہیں کروں گا۔یہ جواب سن کر ربی مارٹائرا نے مجلس کو برخاست کر دیا۔اس دن سے باروخ اسپنوزا نے یہودی عبادت خانہ میں جانا بند کر دیا،مدرسہ اور تدریس کا خیال دل سے نکال دیا۔راہ چلتے اگر کوئی یہودی مل جاتا تو اس سے ملنے سے گریز کرتا۔یہودی علماء اس کے اس عمل سے آگ بگولا ہو جاتے۔یہودی علماء نے یہ سوچ کر کہ اس کی قابلیت سے کہیں نوجوان مرعوب نہ ہونے لگیں باروخ اسپنوزا کو یہ پیغام بھجوایا کہ اگر تم خاموش رہو اور کبھی کبھی مذہبی رسومات میں شریک ہو جایا کرو تو ہم تمہیں اڑھائی ہزار روپے سالانہ بطور وظیفہ دیں گے۔مگر باروخ نے اس تجویز یا پیشکش کو حقارت سے رد کر دیا۔اس کے انکار نے یہودی علماء کو انگاروں پر لوٹا دیا،انہوں نے فیصلہ کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ایک دن تھیٹر سے واپسی پر باروخ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا مگر خوش قسمتی سے خنجر سے کیا گیا وار صرف اس کے اوورکوٹ کا ایک کونہ ہی کاٹ سکا۔اس واقعہ کے بعد باروخ نے خلوت نشینی اختیار کر لی۔اسے علماء یہود یہ نے پھر لالچ دیا مگر باروخ نے انکار کر دیا۔بالآخر علماء یہود نے جماعت یہود سے باروخ کو خارج کرنے کا فیصلہ کیا۔

۲۷ جولائی 1656ء کو ایمسٹرڈیم کی طالمود تورہ جماعت کے ہزاروں یہودی ہیکل میں جمع ہوئے تا کہ باروخ پر لعنت بھیج کر ثواب دارین حاصل کریں۔جب ہیکل یہودیوں سے بھر گیا تو کاروائی شروع کی گئی۔سیاہ موم بتیاں روشن کر دی گئیں،موسیٰ کی پانچ کتابیں کھول کر میز پر رکھ دی گئیں،بڑا امام ربی مارٹائرا سیاہ لباس میں دونوں ہاتھوں کو بلند کیے ہوئے نمودار ہوا اور جماعت کے سامنے 23 سالہ اسپنوزا کے خلاف فتویٰ کفر لگاتے ہوئے کہا کہ معابد کے لارڈز،علماء،اسپنوزا کی برائیوں اور برے کارناموں کے بارے میں طویل عرصے سے جانتے ہیں اور اسے مختلف طریقوں اور وعدوں کے ذریعہ کوشش کر رہے ہیں،تا کہ اسپنوزا اپنے برے طریقوں سے باز آ جائے۔لیکن اسپنوزا اپنے مذموم خیالات کی اصلاح کرنے میں ناکام رہا،اور،اس کے برعکس،روزانہ اس کی مکروہ بدعتوں کے بارے میں سنجیدہ معلومات موصول ہو رہی ہیں جن پر یہ عمل پیرا ہے اور ان کی تبلیغ کرتا ہے۔اس کی گھناؤنی حرکتوں کے بارے میں بے شمار قابل اعتماد گواہ ہیں جنہوں نے ایسپنوزا میں ان بدعتوں کا مشاہدہ کیا۔تمام علماء یہود کی رضامندی کے ساتھ،فیصلہ کیا ہے کہ مذکورہ ایسپنوزا کو اسرائیل کے لوگوں سے بے دخل کر دیا جائے۔فرشتوں کے حکم سے،اور مقدس مردوں کے حکم سے،ہم خدا کی رضا سے،اور تمام مقدس جماعت کی رضامندی سے،سب کے سامنے،ایسپنوزا باروخ کو جماعت سے خارج کرتے ہیں اور اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ان مقدس کتابوں میں سے چھ سو تیرہ فرمانوں کے ساتھ جو اس میں لکھے گئے ہیں،ان معانی سے یوشع نے جوریکو پر پابندی عائد کی تھی،اس لعنت سے جس میں الیشع نے لڑکوں پر لعنت بھیج دی تھی اور ان تمام لعنتوں کے ساتھ جو شریعت کی کتاب میں لکھے گئے ہیں۔دن کو لعنت ہو اور رات کو لعنت ہو۔لعنت ہو جب وہ لیٹتا ہے اور لعنت ہو جب وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔جب وہ باہر جائے تو لعنت ہو،اور جب وہ اندر آئے تو لعنت ہو۔خداوند اسے معاف نہیں کرے گا۔خداوند کا قہر اور غضب اس شخص پر چڑھ آئے گا،اور اس پر تمام لعنتیں جو اس کتاب میں لکھی ہوئی ہیں،پڑیں گی،اور خداوند اس کا نام آسمان کے نیچے سے مٹا دے گا،اور خداوند اسے اپنی چوٹ سے سب سے الگ کر دے گا اسرائیل کے قبیلے عہد کی تمام لعنتوں کے ساتھ،جو شریعت کی کتاب میں لکھی گئی ہیں۔لیکن آپ جو خداوند خدا سے وابستہ ہیں وہ سب اس دن زندہ ہیں۔

ربی مارٹائرا نے جماعت یہود یہ سے یہ بھی کہا کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ کوئی بھی

اس کے ساتھ زبانی یا تحریری طور پر بات چیت نہ کرے، یا اس کی چھت کے نیچے یا چار گھنٹے اس کے ساتھ نہ رہے۔ اس کی تحریر کردہ کوئی تحریر نہ پڑھیں۔ جماعت یہود نے ہر لعنت و دشنام پر آمین کہا اور عورتوں نے چیخیں مارنا شروع کیں۔ تمام شمعیں اوندھی کر دی گئیں جن کا موم پگھل پگھل کر ان برتنوں میں گرنے لگا جن میں پہلے سے خون بھرا ہوا تھا۔

ایمسٹرڈیم میں نصب باروخ اسپینوزا کا مجسمہ

آخری لعنت کے بعد تمام شمعیں خون بھرے برتنوں میں گرادی گئیں۔

اس شرعی لعنتوں بھری رسم نے ایسپینوزا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس رسم کی ادائیگی کے بعد وہ بھری دنیا میں اکیلا رہ گیا، اس سے کوئی یہودی نہیں مل سکتا تھا یہاں تک کہ وہ اپنی بہنوں سے بھی نہیں مل سکتا تھا جن سے اسے بے حد محبت تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ اسی کی طرح ٹھکرائے ہوئے چند دوست اسے مل گئے۔ اسپینوزا نے اپنا یہودی نام باروخ بدل دیا، نیا نام بنی ڈکٹ رکھا بنی ڈکٹ اسپینوزا اب ان سوالات کی طرف متوجہ ہوا جن کی پاداش میں اسے دائرہ یہودیہ سے خارج کیا گیا تھا۔ اس نے تحقیق شروع کی کہ غیر یہودی علماء اور فلاسفروں نے ان سوالات کے کیا جواب دیے ہیں۔ بنی ڈکٹ اسپینوزا کو عبرانی، سریانی، جرمن، ڈچ، ہسپانی اور پرتگالی زبانوں پر عبور حاصل تھا مگر ان زبانوں میں فلسفہ پر کتب موجود نہ تھیں، تمام کتب لاطینی اور عربی زبان میں تھیں۔ بنی ڈکٹ اسپینوزا نے فیصلہ کیا کہ اسے لاطینی زبان سیکھنی ہے۔ لاطینی زبان سیکھنے کے لیے ایک طبیب نے جو ماہر لسانیات بھی تھا اور پیشہ طبابت کی وجہ سے مشہور تھا اس نے اسے پیشکش کی کہ وہ اس کے شاگردوں کو عبرانی اور ہسپانی زبان سکھائے اور اس کے بدلے میری بیٹی تمہیں لاطینی زبان سکھائے گی اس کے ساتھ تمہیں رہائش اور خوراک بھی دی جائے گی۔ بنی ڈکٹ نے اس تجویز کو نعمت سمجھ کر قبول کر لیا اور لاطینی سیکھنے کے لیے طبیب کے یہاں مستقل بود و باش اختیار کر لی۔ طبیب کی جوان بیٹی کا دل جیتنے کے لیے بنی ڈکٹ نے بڑی محنت سے زبان سیکھنے کی کوشش کی کیونکہ اسے اس سے محبت ہو گئی تھی، لاطینی زبان سیکھنے کے آخری مرحلے میں اس سے پہلے کہ وہ اظہار محبت کرتا، ایک ہیمبرگ کے نوجوان سوداگر کے دامِ محبت میں گرفتار ہو کر بنی ڈکٹ کی محبوبہ اس نوجوان سوداگر کی بیوی بن گئی۔

اخراج از جماعت یہودیہ کے بعد محبت میں ناکامی نے اسے چپ سی لگا دی۔ بنی ڈکٹ اسپینوزا نے ملنا جلنا، ہنسنا بولنا، آنا جانا سب بند کر دیا، دنیا کی بے ثباتی اور اس دنیا کی تلون مزاجی کا مزا چکھ لینے کے بعد وہ ہمہ تن مطالعہ میں مشغول ہو گیا، صرف ایک گھنٹہ دن میں وہ بچوں کو عبرانی زبان سکھاتا تھا۔ سب سے پہلے جس کتاب کا مطالعہ اس نے کیا اس کا نام ہدایت الممترین تھا جس کا مصنف قرطبہ کا یہودی طبیب موسیٰ میمونائیڈیز (۱۱۳۵ء تا ۱۲۰۴ء) تھا۔ یہی وہ کتاب بتائی جاتی ہے جس نے اس کے دماغ کو فلسفیانہ سانچہ میں ڈھالا۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنے تئیں ثابت کیا ہے کہ خدا کائنات سے علیحدہ کوئی شے نہیں۔ یہ کتاب پڑھنے کے بعد یہ بھی سچ ہے کہ اسکی پریشانی بڑھ گئی کیونکہ اس کتاب میں اعتراضات کی بھرمار تھی اور جوابات میں مذہبی خوف کی وجہ سے ابہام پایا جاتا تھا۔ ہدایت الممترین کے بعد بنی ڈکٹ اسپینوزا نے بن گرسن نامی اندلسی یہودی عالم کی تصانیف کا مطالعہ کیا جن میں ازلیت عالم کا اثبات کیا گیا ہے۔ پھر اس نے حسدائی کریسکاس نامی کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ یاد رہے معزز قارئین کہ متذکرہ بالا مصنفین نے ابن رشد کے علمی سمندر ہی سے موتی چنے تھے۔

جب متذکرہ بالا مصنفین نے اس کی الجھنیں بڑھائیں تو اس نے دینی عالم ابن عزرا کو پڑھا مگر وہاں بھی اسے تاریکی ہی دکھائی دی۔ پھر اس نے یونانی فلسفہ کا مطالعہ شروع کیا۔

(اس مضمون کا بقایا حصہ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

کیا یہ وہی دَور تو نہیں؟ (3)

شگفتہ حسن صاحبہ۔لندن

گزشتہ شمارہ میں مسیح و مہدی علیہ اسلام کے دور کی کچھ نشانیاں بیان کی گئیں تھیں، آخری دور کی مزید نشانیاں پیش خدمت ہیں:

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ مومن مسلمانوں کی جماعت کے لیے دُعا کرے گا، مگر اُس کی دُعا قبول نہیں کی جائے گی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تُم اپنی ذات کے لیے اور اپنی پیش آمدہ ضروریات کے لیے دُعا کرو، تو میں تیری دُعا قبول کروں گا، لیکن عام لوگوں کے حق میں نہیں۔ اس لیے کہ اُنہوں نے مجھے ناراض کر رکھا ہے۔'' (ایک روایت میں ہے کہ میں اُن پر غضبناک ہوں)

(کتاب الرقائق صفحہ ۱۵۵ بحوالہ معاشرتی بگاڑ کا سدّ باب از مولانا یوسف لدھیانوی صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ علم کو اِس طرح نہیں اُٹھائے گا کہ لوگوں کے سینے سے نکال لے، بلکہ علماء کو ایک ایک کرکے اُٹھاتا رہے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ **جاہلوں کو پیشوا** بنالیں گے، اُن سے سائل سوال پوچھیں گے، وہ جانے بوجھے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گُمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گُمراہ کریں گے۔''

(مشکوٰۃ شریف کتاب العلم صفحہ ۳۳)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کسی مسلمان کا دین سلامت نہیں رہے گا سوائے اس کے جو اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک بستی سے دوسری بستی، ایک گھاٹی سے دوسری گھاٹی اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف بھاگے گا۔ (احمدی مسلمان دین کی حفاظت کیلیے ہجرت کرتے ہیں) (بیہقی، فصل فی ترک الدنیا حدیث ۴۳۹ صفحہ ۱۸۳ بحوالہ اللہ والوں کی باتیں صفحہ ٦٦)

ہمارے حبیب آقا رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''بے شک تم عنقریب حکمرانی کی خواہش کروگے لیکن قیامت کے دن وہ پشیمانی کا باعث ہوگی۔ اللہ کی قسم! میں اِس امر پر کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتا جو اِس کا سوال کرے یا اُس کی حرص رکھتا ہو۔'' (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۸)

حضرت ابو نعیم نے حلیہ میں ابو امامہ باہلیؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

''آخیر زمانے میں کیڑے مکوڑوں کی طرح ہر طرف 'مُلاّنے'' پھوٹ پڑیں گے پس تم میں سے جو شخص وہ زمانہ پائے تو اُسے چاہیے کہ وہ اُن سے خُدا کی پناہ مانگے۔''

(مُلاّنے پھوٹ پڑے ہیں اور ٹڈی دل کی طرح دُنیا کے اَمن کو کھا رہے ہیں)

(حلیہ، بحوالہ تبلیغی جماعت احادیث کی روشنی میں صفحہ ۷)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

''میرے بعد کچھ ایسے آئمہ ہوں گے جو نہ میری ہدایت اپنائیں گے اور نہ ہی میری سُنّت پر کاربند ہوں گے، اور اُن کے درمیان کچھ ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کے دِل انسانوں کے اور جسموں میں شیاطین کے دِلوں کی طرح ہوں گے۔ حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے ایسے حالات کا سامنا ہو تو میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم امیر کی سنو اور اطاعت کرو اگر وہ تمہاری پُشت پر ضرب لگائے اور تمہارا مال لے لے تو بھی اُس کی سنو اور اطاعت کرو۔''

(صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۱۴۷۶ حدیث ۱۸۴۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''لوگو! ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب کہ لوگ اپنی مسجدوں میں دُنیا کی باتیں کریں گے۔ جب ایسا زمانہ آجائے تو تم اُن کے سامنے مت بیٹھنا۔ اللہ ایسے لوگوں سے بے پرواہ ہے۔'' (مشکوٰۃ بحوالہ تبلیغی جماعت احادیث کی روشنی میں از علامہ ارشد القادری صفحہ ۸۷ ناشر دار العلوم امام احمد رضا کونڈ یورے، رتنا گیری مہاراشٹر)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''جب میری اُمّت پندرہ خصلتیں اختیار کرلے گی تو اِس پر آفتیں اور بلائیں نازل ہوں گی'' عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ! وہ کونسی خصلتیں ہیں؟ فرمایا: ''جب مال غنیمت کو ذاتی مال بنالیا جائے اور امانت کو مال غنیمت بنالیا جائے اور زکوٰۃ کو جُرمانہ سمجھا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کے ساتھ بھلائی کرے اور باپ کے ساتھ بے وفائی کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں اور سب سے رذیل (یعنی کمینہ ترین) شخص کو قوم کا سردار بنا لیا جائے اور کسی شخص کے شرّ سے بچنے کے لیے اُس کی عزت کی جائے اور شرابیں پی جائیں اور ریشم پہنا جائے اور گانے والیوں اور آلاتِ موسیقی کو رکھا جائے اور اس اُمّت کے بعد والے پہلوں کو بُرا کہیں، اُس وقت لوگوں کو سُرخ آندھیوں یا زلزلوں یا زمین میں دھنسنے یا چہروں کے مسخ یا پتھر برسنے کا انتظار کرنا چاہیے۔'' (یہ تمام پندرہ خصلتیں

مسلمان اختیار کر چکے ہیں)(سنن الترمذی جلد۴ صفحہ ۸۹،۹۰ حدیث ۲۲۱۷،۲۲۱۸ دارالفکر بیروت بحوالہ گانوں کے ۳۵ کفریہ اشعار صفحہ ۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"فیبقی شرار النّاس فی خفته الطیر و احلام السباع لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا۔" ترجمہ: صرف بُرے لوگ باقی رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح ہلکے اور درندوں کی سی قلبیں رکھنے والے ہوں گے نہ اچھائی کو وہ اچھائی سمجھیں گے نہ بُرائی کو بُرائی۔ (صحیح مسلم)

ہمارے حبیب آقا رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر یہ بھی فرمایا:۔

''شراب کا نام نبیذ، سود کا نام بیع اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائے گا۔ سود، جواء، گانے بجانے کے آلات، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی، بے حیائی اور ناجائز اولاد کی کثرت ہوگی، دعوت میں کھانے پینے کے علاوہ عورتیں بھی پیش کی جائیں گی، ناگہانی اور اچانک اموات کی کثرت ہوگی، لوگ موٹی موٹی گدّیوں پر سواری کر کے مسجدوں میں آئیں گے، ان کی عورتیں کپڑے پہنے ہوں گی مگر وہ ننگی ہوں گی (لباس باریک اور چست ہونے کے سبب) اُن کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، لچک لچک کر چلیں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، یہ نہ جنّت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، مومن آدمی لوگوں کے نزدیک باندی سے بھی زیادہ رذیل ہوگا، مومن ان برائیوں کو دیکھے گا مگر انہیں روک نہ سکے گا، جس کے باعث اُس کا دل اندر ہی اندر گھلتا رہے گا، فتنے بہت ہوں گے۔'' (یہ سبھی علامتیں بھی مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں) (صحیح مسلم و صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''بہتر ۷۲ دوزخ میں اور ایک جنّت میں ہوگا (اس سے مراد) وہ لوگ ہیں جو جماعت کی موافقت کرنے والے ہیں، اور بے شک میری اُمّت میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جن میں (بدعات) خواہشات یوں سرایت کر جائیں گی جیسا کہ باؤلے کُتّے کی بیماری اُس کے ساتھی میں مُنتقل ہو جاتی ہے، اس کی کوئی رَگ کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا مگر بیماری اُس میں داخل ہو جاتی ہے۔'' (مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۱۶ حدیث نمبر ۱۷۲ سنن ابوداؤد، مسند احمد بن حسل)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''عنقریب علم ختم ہونے لگ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ کسی فرض کے بارے میں دو آدمیوں میں اختلاف ہو جائے گا تو وہ کسی ایسے انسان کو نہیں پائیں گے جو ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ (یعنی امام مہدی و مسیح موعود کو ایسے حالات میں فیصلہ کرنے والا حَکم بنا کر اللہ تعالیٰ بھیجے گا)

(دارمی، دارالقطنی اور مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۳ ا حدیث نمبر ۲۷۹)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ مویشی چرانے والے لوگ کوٹھیوں میں اکڑنے لگیں گے یعنی بلند کوٹھیاں بنوا کر فخر کریں گے۔'' (صحیح بخاری کتاب ماجاء فی البناء صفحہ ۶۱۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

''قیامت قائم نہ ہوگی جب تک انسان مصائب سے تنگ آ کر کسی کی قبر کو دیکھ کر خواہش کرنے لگے کہ اُس میّت کی جگہ قبر میں مَیں ہوتا۔'' (صحیح بخاری کتاب الفتن)

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

''قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو جماعتیں آپس میں جنگ نہ کریں۔ دونوں میں بڑی بھاری جنگ ہوگی، حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔''

(بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاہلیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''قیامت کے دن سے پہلے ایسے دن ہوں گے جن میں جہالت اُتر پڑے گی اور علم اُٹھا لیا جائے گا اور ''ہرج'' بڑھ جائے گا اور ''ہرج'' قتل ہے۔'' (ہرج بڑھ چکا ہے، چرواہوں کی کوٹھیاں بن چکیں، خودکشیاں بڑھ گئیں)

(صحیح بخاری کتاب الفتن جلد ۸ صفحہ ۳۳۴ حدیث نمبر ۷۰۶۳)

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنہیں وہ لے کر پہاڑی کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں پر چلا جائے گا وہ فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں بھاگ کر آ جائیگا۔'' (صحیح بخاری کتاب الفتن حدیث ۷۰۸۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"لاتقوم الساعته حتی یعجل کتاب اللّٰہ عاراً و یکون الاسلام غریباً...، و یصدق الکاذب و یکذب الصادق"

ترجمہ: ''قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ کتاب اللہ کو عار بنایا جائے گا اور اسلام غریب ہو جائے گا۔ جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی اور سچے کی تکذیب کی جائے گی۔'' (یہ بھی ہو رہا ہے۔ قرآن کی جھوٹی قسمیں اُٹھاتے ہیں اور قرآن سے شادیاں بھی کروائی جا رہی ہیں) (حدیث ابوموسیٰ اشعری تاریخ ابن عساکر و طبرانی)

نظریہ پاکستان اور ڈاکٹر محمد اقبال

جناب حسن جعفر زیدی اپنی کتاب ''نظریہ پاکستان۔ایک تاریخی مغالطہ اور موجودہ بحران'' میں رقمطراز ہیں:۔

قائداعظم نے مارچ 40ء کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے انہی دنوں چھپی اندر پرکاش کی کتاب نکالی جس میں لالہ لاجپت رائے کا ایک خط شامل تھا جو اس نے 16 جون 1925ء کو کانگرس کے صدر سی۔آر۔داس کو لکھا تھا۔قائداعظم نے یہ پورا خط پڑھ کر سنایا جس میں لاجپت رائے نے جو لکھا اس کا لب لباب یہ تھا کہ ''میں مسلمانوں کی تاریخ اور فقہ پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندو اور مسلمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔آپ کو ہمارے لیے کوئی راہ نجات نکالنی چاہیے۔''

مولوی اے کے فضل الحق نے قرارداد (لاہور) پیش کی تو اس کی تائید میں چودھری خلیق الزمان کے علاوہ مولانا ظفر علی خان نے بھی تقریر کی۔ان کے علاوہ جن اصحاب نے تقریر کی ان میں سردار اورنگ زیب (سرحد)،سر عبداللہ ہارون (سندھ)،نواب محمد اسماعیل (بہار)،محمد عیسیٰ خان (بلوچستان)، عبدالحمید خاں (مدراس)،اسماعیل چندریگر (بمبئی)،عبدالروف شاہ (سی پی) اور ڈاکٹر محمد عالم شامل تھے۔ڈاکٹر عالم نے کہا کہ ایسی ہی سکیم غدر پارٹی کے بھائی پرمانند نے 1914-15ء میں بھی پیش کی تھی۔لاہور کے رہنے والے مولانا ظفر علی خان سمیت کسی نے بھی حوالہ نہ دیا کہ مسلمانوں کے علیحدہ وطن کا تصور علامہ اقبال نے 10 سال پہلے پیش کیا تھا۔میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کی یادداشت کمزور تھی۔حقیقت یہ تھی کہ ایسا ہوا ہی نہیں تھا۔

میں نے 1940ء سے 1947ء میں قیام پاکستان تک مسلم لیگ کے تمام اجلاسوں کی کارروائیاں کا بغور مطالعہ کیا۔1942ء میں مسلم لیگ نے لفظ پاکستان کو قرارداد لاہور کے ساتھ منسلک کر لیا۔پھر 1945-46ء کے انتخابات میں مطالبہ پاکستان مسلم لیگ کا انتخابی منشور کا حصہ بن گیا۔لیکن ان سات برس کی تمام کارروائیوں میں کسی ایک جگہ بھی اس مطالبے کے ساتھ علامہ اقبال کو منسوب نہیں کیا گیا۔حالانکہ 1943ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی میں انور قریشی نے جلسہ کے شروع میں ترانہ ''چین وعرب ہمارا،ہندوستان ہمارا'' پڑھ کر سنایا اور اسی اجلاس میں جی ایم سید نے اپنی تقریر میں علامہ اقبال کے اشعار کا استعمال کیا۔اور پھر قائداعظم نے صدارتی تقریر کی۔مگر علامہ کا تصور پاکستان کے خالق کے طور پر کسی نے ذکر نہ کیا۔1947ء میں قیام پاکستان کے وقت اور اس کے بعد اپنے انتقال ستمبر 1948ء تک اپنے کسی بیان میں قائداعظم کی جانب سے اس کا اظہار نہیں کیا گیا۔حالانکہ اس دوران 21 اپریل 1948ء کو یوم اقبال بھی آیا جسے اس وقت تک سرکاری طور پر نہیں منایا جاتا تھا۔لوگ اپنے طور پر منایا کرتے تھے۔

ایک اور نعرے کو نظریہ سازوں نے استعمال کیا ہے کہ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الااللہ ۔'' اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نعرہ گلی گلی اور مسلم لیگ کے ہر جلسے میں لگایا جاتا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ یہ نعرہ فقط ایک مرتبہ لگا اور وہ مسلم لیگ کا جلسہ نہیں تھا بلکہ جمعیت المشائخ کے جلسہ منعقدہ موچی دروازہ لاہور میں پیر جماعت علی شاہ نے مسلم لیگ کی 1946ء کے انتخابات میں حمایت کیلئے لگایا تھا۔یہ نعرہ یا اس سے ملتا جلتا کوئی نعرہ مسلم لیگ کے کسی جلسہ میں یا کسی رسمی اجلاس میں یا قرارداد میں شامل نہیں ہوا۔مشائخ یا صوفیا جو عوام الناس کے زیادہ قریب تھے پاکستان کے حامی تھے جبکہ ملاؤں کی مذہبی سیاسی جماعتیں اس کی بڑھ چڑھ کر مخالفت کر رہی تھیں۔مجلس احرار،جمعیت علمائے ہند،جماعت اسلامی،آل انڈیا شیعہ کانفرنس،آل انڈیا مومن کانفرنس،خاکسار تحریک شامل تھے۔ایک احراری ملا مظہر علی اظہر جلسوں میں یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا   یہ قائداعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

’’یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات‘‘

تحریر و تحقیق
زکریا ورک
ٹورنٹو کینیڈا

یہ مقالہ ابن سینا اکیڈیمی علی گڑھ میں سالانہ خطبہ کے طور پر نومبر ۲۰۱۳ء کو پڑھا گیا تھا

گزشتہ شمارہ میں بدیع الزماں الجزری (ترکی 1206) کا ذکر خیر کیا گیا تھا۔ ہم وہیں سے مضمون کا آغاز کریں گے جہاں سے گزشتہ شمارہ میں سلسلہ منقطع ہوا تھا۔

بدیع الزماں الجزری نے ایک ہاتھی گھڑی بنائی جس میں نادرالوجود اختراعات استعمال میں لائی گئی تھیں مثلاً اس گھڑی میں روبوٹ جب تا نبے کی جا نجھ کو مارتا تو مصنوعی روبا ٹک پرندہ چہچہا نا شروع کر دیتا۔ دوبئی کے ابن بطوطہ شاپنگ سینٹر میں کاریگروں نے ایسی بڑی چوڑی ہاتھی گھڑی بنائی ہے جو ٹھیک کام کرتی ہے۔ الجزری کا miniature painting میں فن اوج کمال پر تھا۔ الجزری کی ایجاد کردہ مشینوں اور آلات کو یورپ میں سٹیم انجن اور انٹرنل کمبس چن انجن میں استعمال کیا گیا تھا۔ نیویارک کے میٹرو پولیٹن میوزیم میں الجزری کی ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب فی صنعت الحیال کے دو صفحات اسلامک آرٹ والے حصے میں نمائش کیلئے رکھے ہوئے ہیں جن میں ڈایا گرامز نگین ہیں۔

اس نے کئی قسم کی گھڑیاں بنائیں شمع والی گھڑی، قلعہ نما گھڑی، ہاتھی گھڑی، اسٹرانومیکل کلاکس جس میں سورج چاند زمین کو گھومتے دکھایا گیا تھا۔ ایک نقل نویس گھڑی بنائی جو ایک میٹر اونچی نصف میٹر چوڑی تھی جو سائنس میوزیم میں 1976 میں دوبارہ بنائی گئی تھی۔ یوٹیوب پر ہاتھی گھڑی دیکھی جا سکتی ہے۔

علامہ نصیر الدین طوسی (خراسان، ایران 1274)

علامہ نصیر الدین طوسی ایران کا نابغہ ہیئت دان، بیالوجسٹ، ریاضیدان، فلاسفر اور سائنسدان تھا۔ علامہ نے جیومٹری میں ایک نئی تکنیک ایجاد کی جس کو تھیورم آف نصیر الدین کہا جاتا ہے۔ پروفیسر ای ایس کینیڈی نے اس کو زوج طوسی Tusi Couple کا نام دیا تھا۔ یہی تھیورم سولھویں صدی عیسوی میں کوپرنیکس نے اپنی شاہکار کتاب De Revolutionebus میں دیا تھا اور اس کی تصریح کیلئے ہو بہو وہی ڈایا گرام دی جو طوسی نے دی تھی۔ جہاں طوسی نے ڈایا گرام میں الف لکھا تھا کوپرنیکس نے A لکھا، جہاں ب لکھا تھا اس نے B لکھا جہاں ج لکھا تھا اس نے G لکھا ماسوا جہاں طوسی نے ض لکھا اس نے F لکھا۔

کوپرنیکس نے بولونیا (اٹلی) میں یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران عرب ریاضی دانوں اور ہیئت دانوں کی کتابوں کے لاطینی تراجم کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے لاطینی زبان سیکھنے کا محرک بھی یہی تھا کہ عرب سائنسدانوں کی عربی کتابوں کے لاطینی تراجم کا مطالعہ خود کر سکے۔ یوں وہ مسلمان ہیئت دانوں کے بطلیموسی نظام ہیئت پر اعتراضات سے واقف تھا جیسے جابر ابن افلاح نے کتاب الشکوک علی بطلیموس کتاب لکھی تھی۔ کوپرنیکس نے اپنی کتاب میں ہیئت کی جو فلک بوس عمارت تعمیر کی تھی اس میں زوج طوسی کو بڑا دخل تھا۔ دوسرا تھیورم جو اس نے استعمال کیا اس کا نام الاردی تھیورم Urdi lemma ہے۔ جو معی الدین الاردی (d.1266) نے 1250ء میں پیش کیا تھا۔ یہی تھیورم تین سو سال بعد کوپرنیکس کی کتاب میں تھا مگر اس نے اس کا کریڈٹ الاردی کو نہیں دیا تھا۔ اور نہ

Copernicus used this to construct his model for the motion of upper planets in exactly the same fashion as was done by Urdi.http://www.ub.edu/arab/suhayl/volums/volum7/paper%203.pdf

ہی اس کا ثبوت پیش کیا تھا۔ کیونکہ اس کو اس کا ثبوت معلوم ہی نہ تھا۔ اس کا ثبوت کیپلر کے استاد میسٹلن Maestlin نے شاگرد کے استفسار پر پیش کیا تھا۔ ایک اور ہیئت دان جس کا نام کوپرنیکس سے وابستہ ہے وہ شام کے ہیئت دان، مواقیت ابن شاطر (d.1375) کا ہے۔ اس نے چاند کے جو ماڈلز بنائے وہ کوپرنیکس نے استعمال کئے تھے۔

یوٹیوب پر اگر طوسی کا نام سرچ فیلڈ میں لکھیں یا الخلیلی کا تو زوج طوسی کی وضاحت مل جاتی ہے۔ اسی طرح وکی پیڈیا پر بھی نصیر الدین طوسی کے نام پر سرچ کریں تو

کی وضاحت ڈایا گرام کی صورت میں کی گئی ہے۔ یوں یہ بات واضح ہو جاتی کہ کوپرنیکس جیسے دیو قامت سائنسدان نے مسلمانوں کے سائنسی آئیڈیاز سے خوشہ چینی کی اور سائنسی کام کو آگے بڑھایا تھا۔

تقی الدین (استنبول متوفی 1585)

نویں صدی سے لیکر سولہویں صدی تک اسلامی دنیا میں ایک درجن سے زیادہ رصدگاہیں تعمیر کی گئیں تھیں۔ سب سے پہلی رصدگاہ خلیفہ مامون الرشید (833) کے حکم پر بغداد میں تعمیر ہوئی تھی اور سب سے آخری رصدگاہ استنبول میں جس کا ڈائریکٹر ترکش ہیئت دان تقی الدین تھا۔

تقی الدین سولہویں صدی کا عبقری سائنسدان، ہیئت دان، ریاضی داں اور انجنیئر تھا۔ تقی الدین نے 1551 میں کتاب الطروق السمیہ لکھی جس میں بنیادی قسم کے سٹیم انجن اور سٹیم ٹربائن کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے اسی سال بعد سٹیم پاور کی دریافت جیووانی برانکا Branca نے کی تھی۔ تقی الدین بعض حیران کن چیزیں ایجاد کیں جیسے چھ سلنڈر والا مونو بلاک پمپ ایجاد کیا، اس نے دنیا کی سب سے پہلی الارم کلاک بنائی، ایک ایسی گھڑی ایجاد کی جس میں وقت کا شمار گھنٹوں، منٹوں اور سیکنڈوں میں ہوتا تھا۔ اس نے دنیا کی پہلی سپرنگ پاورڈ میکینکل کلاک بنائی، اس کے بعد ایک پاکٹ واچ بنائی۔

استنبول کی رصدگاہ میں 16 ہیئت دان برسر روزگار تھے۔ عمارت کا ڈیزائن عمدہ اور جدید تھا۔ بڑی عمارت میں سائنسدانوں کیلئے رہائش گاہ، انتظامی دفاتر، لائبریری جبکہ چھوٹی عمارت میں رصدگاہ کے آلات رکھے ہوئے تھے۔ یہاں ایک بڑا آرملری سفیئر اور اسٹرونامیکل کلاک تھی۔ ڈنمارک کے اسٹرانومر ٹائیکو براہے Tycho Brahe نے بھی ایک جزیرہ پر رصدگاہ تعمیر کی تھی۔ دونوں کی رصدگاہوں میں بہت مشابہت تھی مگر تقی الدین کے چند آلات حجم میں بڑے اور زیادہ پری سائز تھے۔ دونوں نے مورل قوادرنٹ mural quadrant سورج اور ستاروں کے زوال کیلئے استعمال کیا تھا۔

پہلا ہزار سال جب ختم ہو رہا تھا اس وقت برطانیہ، فرانس، جرمنی اور یورپ کے دیگر ممالک سے طالب علم قرطبہ سائنس، طب، اور فلاسفی کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ یہاں وہ قرطبہ کی میونسپل لائبریری سے بھی استفادہ کرتے جس میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔

امراء اور رؤسا کے گھروں میں ذاتی لائبریریاں تھیں۔ کتابوں کے خاص بازار تھے جن کے ساتھ کاغذ، جلد بندی، آرٹ ورک کی دکانیں تھیں۔ تعلیم کے بعد جب وہ اپنے ممالک کو واپس لوٹتے تو نہ صرف اپنے ساتھ علم لیجاتے بلکہ آرٹ، میوزک، رہائش، آداب، فیشن، زبان بھی اپنے ساتھ لیجایا کرتے تھے۔

مسلمانوں کے مستعار نظریات یورپ و امریکہ میں

امریکی مصنف جوناتھن لائنز Jonathan Lyons کا کہنا ہے کہ عہد وسطیٰ میں یورپین سکالرز نے مسلمانوں کی تصنیفات سے خوشہ چینی کی تھی مگر اس کا ذکر اپنی کتابوں یا دریافتوں میں نہیں کیا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں مصنف کا نام، کتاب کا نام، صفحہ نمبر، مقام اشاعت دینا ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ مسلمان عالموں، سائنسدانوں کے آئیڈیاز اور دریافتوں کو انہوں نے یورپی دریافتوں کے طور پر پیش کر دیا۔ بلکہ رازی، ابن سینا، ابن الہیثم، علامہ طوسی جیسے آفاقی عالموں کے آئیڈیاز اور تحقیق کو کوپرنیکس، کیپلر، گیلی لیو اور نیوٹن کی کتابوں میں شامل کر دئے گئے۔ (J. Lyons, The House of Wisdom, page 152) ہمیں اس سے اختلاف ہے مسلمان سائنسدان جیسے رازی ابن سینا جب متقدمین کی رائے سے اختلاف کرتے تھے تو ان کا نام لے کر ایسا کرتے تھے۔ یہاں ہم جان گلب کی کتاب سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں کہ کس طرح یورپ پر اسلامی سائنس کے احسان کو ہمیشہ گھٹا کر پیش کیا گیا، یا بالکل ہی انکار کر دیا گیا۔ یورپ میں پراپیگنڈہ اور سینسر شپ کے ذریعہ یہ روایت راستہ پا گئی کہ مسلمان استعمار محض وحشی تھے جبکہ یورپ کی احیائے علوم یونانی اور رومن ذرائع سے تھی۔

John Glub says: the indebtedness of wesern Christendom to Arabic civilization was systematically played down, if not completely denied. A tradition was built up by censorship and propaganda, that Muslim imperialists had been mere barbarians that the rebirth of learning in the west was derived directly from Greek and Roman sources alone, without any Arab intervention". A short history of the Arab people, London, 1969, p 289

اگلی سطور میں ہم کچھ ایسے ہی سائنسی نظریات، دریافتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

ابن الہیثم نے بیت مظلمہ camera obscura کا تصور پیش کیا جس سے جدید کیمرہ ایجاد ہوا تھا۔

ابن الہیثم سائیٹفک میتھڈ کا بانی تھا۔ اس نے پن ہول کیمرہ ایجاد کیا۔ عربی میں ثقب کے معنی سوراخ ہیں۔

مگر یورپ میں کہا جاتا کہ راجر بیکن Bacon پہلا شخص تھا جس نے انسانی پرواز کا تصور پیش کیا اور اڑنے کی مشین کی ڈایا گرام بنائی۔ حقیقت یہ ہے کہ قرطبہ کا باشندہ عباس ابن فرناس پہلا انسان تھا جس نے نویں صدی میں فلائینگ مشین (گلائیڈر) بنائی اور لوگوں کے سامنے قرطبہ کی پہاڑی سے چھلانگ لگائی اور کچھ دور پرواز کر کے گیا تھا۔ بغداد ائرپورٹ پر ابن فرناس کا مجسمہ نصب ہے۔

آئزک نیوٹن نے کہا سفید روشنی مختلف رنگوں کی شعاعوں سے بنی ہوتی ہے حقیقت یہ کہ اس کا سہرا بھی ابن الہیثم کو اور ایرانی سائنسدان کمال الدین فارسی کے سر ہے جنہوں نے یہ دریافت کی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ٹریگا نومیٹری کو یونانیوں نے فروغ دیا۔ ان کے ہاں یہ تھیوریٹکل سائنس تھی مگر البتانی (وفات 929) نے اس کو عملی طور پر استعمال کیا۔ چنانچہ اس کے بنیادی فنکشن سائن، کوسائن، اور ٹین جنٹ عربی کی اصطلاحیں ہیں۔ سائن کا عربی روٹ حبیب ہے جس کا لاطینی ترجمہ سائن Sine ہے۔

کہا جاتا کہ ڈے سمل فریکشن کا آغاز ڈچ ریاضیدان سائمن سٹیون Steven نے 1589 میں کیا یعنی 1/2 کو 0.5 لکھا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا استعمال جمشید الکاشی نے اپنی کتاب مفتاح الحساب میں 15 ویں صدی میں کیا تھا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ الجبرا کے سمبل X&Y کا استعمال فرنچ ریاضیدان ویٹان Veta نے 1591ء میں شروع کیا۔ الجبرا کے موجد مسلمان تھے جنہوں نے نویں صدی میں الجبرا کی مساوات میں ان حروف کا استعمال کیو کب اکیوئیشن کے حل میں کیا تھا۔ اسی طرح کہا جاتا کہ منفی نمبرز کا تصور کارڈانو نے 1545ء میں کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ریاضیداں کارڈانو Cardano سے چار سو سال قبل منفی نمبرز استعمال کر چکے تھے۔

بلبل ہزار داستاں عبقری ریاضیداں ایرانی النسل عمر خیام نے ریاضی میں ایک تہلکہ خیز معرکہ انجام دیا جس کو Binomial coefficients کہا جاتا، یورپ میں اس کا نام پاسکل ٹرائینگل Pascal's triangle رکھ دیا گیا۔

غیاث الدین الکاشی (متوفی 1450 سمرقند) خود کو ڈے سیمل فریکشن کا موجد تصور کرتا تھا۔ اس نے اکیوئیشن حل کرنے کا نیا طریقہ ایجاد کیا جس کو یورپ میں Horner's method کہا جاتا ہے۔

میڈیسن کی فیلڈ Posology میں طے کیا جاتا کہ دوائی کی کتنی خوراک مریض کو دی جائے۔ عہد قدیم میں دوائی کبھی کم کبھی زیادہ دے دی جاتی تھی۔ مگر اسحٰق الکندی نے ڈرگ کی ڈوز تیج کیلئے ریاضی کا ایک جدول بنایا جس کے بعد فارماسسٹ کیلئے آسان ہو گیا کہ مریض کو کسی دوائی کی کتنی خوراک دی جائے۔

البتانی نے دسویں صدی میں ایک زیج تیار کی جس کے تراجم لاطینی اور ہسپانوی میں بارھویں اور تیرھویں صدی میں کئے گئے۔ کوپرنیکس نے اپنی فن پارہ "آن دی ریوولیوشن آف ہیونلی سفیئرز" میں بتانی کی زیج کا حوالہ 23 بار دیا تھا۔

جابرابن افلاح (d.1120) اسلامی سپین کا نامور ہیئت دان تھا جس نے ہیئت کے مسائل کے حل کیلئے ٹریگا نومیٹری کو استعمال کیا۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ یہ تمام حل جرمن سائنسدان جوہانس میولر کی کتاب میں 1464ء میں پائے گئے تھے۔

نصیر الدین طوسی نے اقلیدس کے مفروضہ پنجم کیلئے جیومٹری کی ایک خاص تکنیک کو استعمال کیا جس کو برطانوی دانشور جان والس John Wallis d.1703 نے اپنی ریسرچز میں استعمال کیا تھا۔

بغداد نے ریاضیدان ثابت ابن قرۃ نے amicable numbers کی تلاش کیلئے فارمولا دریافت کیا۔ سات سو سال بعد فرانس کے پیئر فرمیٹ نے اس سے ملتا جلتا فارمولا استعمال کیا مگر اس کا کریڈٹ ابن قرۃ کو نہیں دیا۔

شامی ڈاکٹر علاؤ الدین ابن نفیس نے تیرھویں صدی میں Pulmonary circulation of blood دریافت کی۔ اس کے تین سو سال بعد اس کا کریڈٹ مائیکل سروے ٹس Servetus d.1553 اور ولیم ہاروے کو دیا جاتا رہا۔ تا آنکہ اس کا ثبوت جرمنی میں ایک عرب ریسرچر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ کے طور پر پیش کیا کہ یہ دریافت ابن نفیس کی تھی۔

مصری طبیعات دان ابن الہیثم نے تجربات سے ثابت کیا کہ روشنی جب کسی واسطے سے ہو کر گزرتی ہے تو یہ سفر کیلئے آسان تر اور تیز ترین راستہ اختیار کرتی ہے۔ یورپ میں اس کو Fermat's principle of least time کہا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر عبدالسلام، ارمان اور حقیقت لاہور) بقایا: صفحہ ۴۴

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

برائے بواسیر، دردِ شقیقہ

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

بواسیر:

انگور کے خوشوں کی طرح نیلگوں رنگ کے دو چار مسے اکٹھے ہوں چلنے پھرنے سے شدید درد ہو۔ ایسکولس

بواسیر کے لئے ایلومینا ۱۰۰۰ ہفتہ وار ایک خوراک اور سلفر اور پائروجینم ملا کر ۲۰۰ طاقت میں چند دن ہر صبح ایک خوراک اور رات سونے سے قبل برائی اونیا، ملی فولیم اور نکس وامیکا ملا کر ۳۰ طاقت میں دینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

اگر بواسیر کے مسوں میں جلن ہو تو سلفر مفید ثابت ہوتی ہے۔ (بواسیر کے ایسے مریضوں کی علامتیں سلفر دینے سے ابتداء میں بڑھ جاتی ہیں اور بہت خارش ہونے لگتی ہیں جس کا علاج نکس وامیکا ہے)

بواسیر کے مسوں میں سخت تکلیف محسوس ہو۔ سٹیفی گیریا

بواسیری مسوں کے لیے سلفر مفید ہے لیکن نکس وامیکا ساتھ ضرور دینی چاہیے کیونکہ نکس وامیکا مسوں کو نرم کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

جب دیرینا بواسیر قبض کے ساتھ ہو، بواسیر میں خارش اور کمر درد ہو، کمر درد کے ساتھ کانچ نکلی ہو اور بواسیری مسوں میں شدید درد ہو تب یہ نسخہ نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ ایسکولس، کلکیریا فلور، کالن سونیا، آرنیکا اور کارڈوس ماریا ملا کر ۳۰ طاقت میں لینا بہت مفید ہے۔

بواسیر کے مسوں میں شدید خارش ہو، قبض ہو اور بواسیر کی وجہ سے سر میں شدید درد بھی ہوتا ہے۔ چند دن رات کو ایک بار نکس وامیکا اور صبح سویرے سلفر ۲۰۰

سخت قسم کی متعفن بواسیر کے لیے پائروجینم مفید ہے۔

خونی بواسیر میں فائٹولاکا مفید ہے۔ اس کے علاوہ ملی فولیم اور فاسفورس ملا کر ۳۰ طاقت میں لینا بھی مفید ہوتا ہے۔ اللہ کے فضل سے ایک دو خوراکیں بلیڈنگ روک کر سکون دے دیتی ہیں۔

اگر سخت چیز پر سیدھا لیٹنے سے بواسیر کی تکلیف کو آرام آئے تو یہ امونیم کارب کی خاص علامت ہے۔ اگر مسوں میں بہت زیادہ جلن ہو تو آرسنک اور کالی کارب مفید ہو سکتی ہیں۔

بواسیر کے مسلسل جاری رہنے والے درد میں پیونیا (Paeonia) بہت مفید ہومیو پیتھک دوا ہے۔

سُرخ خون کی بواسیر میں ملی فولیم مفید ہے۔

بواسیر کے وہ مسے جن سے بہت زیادہ خون بہے۔ سبائنا

مقعد میں بواسیری مسے ہوں تو فیرم فاس مفید ہے۔

اگر بواسیر کے ٹیومر گول گول مسوں کی بجائے غدودوں کی شکل میں پائے جائیں جن میں شدید جلن ہو اور ٹھنڈے پانی سے وقتی طور پر آرام آئے۔ کالی کارب

اگر بہت سے موٹے گچھوں کی صورت میں بن جائیں جو جامنی رنگ کے ہوں اور جن میں شدید درد ہوتا ہو۔ ایسا لگے کہ زخم گل سڑ جائیں گے لیکن کسی طرح پکنے ہی میں نہ آئیں اور پیپ بن کر نہ پھٹیں۔ آرنیکا اور لیکیسس ملا کر (اسی طرح اگر ٹخنوں کے دونوں طرف نیچے اور ایڑھی سے اوپر نیلے رنگ کے نشان ظاہر ہونے لگیں تو فوراً آرنیکا کو لیکیسس سے ملا کر ۲۰۰ طاقت دینا چاہیے ورنہ کلوٹس بن جانے پر دل کا حملہ ہو سکتا ہے)

بواسیر جو لمبا عرصہ چلنے کی وجہ سے مزمن ہو جائے۔ ہائیڈراسٹس

خونی بواسیر ہو جاتی ہو اور پیشاب گہرے رنگ کا ہو تو کارڈوس میریانس مفید ہے۔

اگر بواسیر ہو اور مقعد کے کنارے پھٹ جائیں۔ الیومنا

خونی بواسیر جس میں مسے سُرخ انگور کے گچھوں کی طرح ہوتے ہوں۔ ڈائسکوریا

اگر پھولے ہوئے اور نیلگوں مسے ہوں اور ساتھ خارش بھی ہو۔ کلکیریا آرس

اگر بواسیر کے مسے متورم ہوں اور درد کریں، مقعد میں بوجھ محسوس ہو، ملیریا بخار یا دل کی تکلیف کے ساتھ انتڑیوں سے خون بھی بہے تو۔ کیکٹس

بادی یعنی غیر خونی بواسیر کے لیے سلفر ۳۰ صبح، بیلاڈونا ۳۰ دوپہر اور نکس وامیکا ۳۰

رات سونے سے پہلے۔جب بواسیر خونی ہو تب یہ نسخہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ملی فولیم، بیلاڈونا اور ایکونائیٹ ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ تین بار۔سلفر ۲۰۰ اور نکس وامیکا ۳۰ ادل بدل کر دینا بھی مفید ہے۔فائدہ نہ ہو تو سورائینم ۲۰۰ اور ببیسی لینم ۲۰۰ ملا کر روزانہ ایک بار ایک ہفتہ بعد میں ہفتہ وار اور ساتھ فاسفورس ۳۰ دن میں ایک دو بار اور آرسینک ۳۰ بھی روزانہ ایک دو بار۔

بواسیر کے مسّے پھُلپھے اور ان میں سُرخی اور جلن نمایاں ہو۔ کیپسیکم

ایسی بواسیر جس کے مسے پھول کر بہت سخت ہو چکے ہوں اور کمر اور پیٹ میں شدید درد ہو۔ کلکیر یا فلور۔بواسیر کے مسّوں کے لئے بیلاڈونا بھی مفید ہے۔

بواسیر کے مسوں کے لیے کلکیر یا کارب بھی مفید ہے۔

خونی بواسیر کے لئے اشوکا مدر ٹنکچر دس قطرے پانی میں ڈال کر روزانہ تین چار بار دینا نہایت مفید ہے۔

درد شقیقہ:

اگر گدی کے حصے میں چوٹیں پڑنے کا احساس ہو، بائیں طرف سر درد ہو، گدی میں ٹھہر جائے یا گردن میں جائے۔ جلسیمیم (فائدہ ہونے کی صورت میں کھلا پیشاب آتا ہے)(جلسیمیم لیکیسس اور اونوسموڈیم ملا کر ۲۰۰ طاقت میں درد والے دن دو دفعہ بعد میں ہفتے میں دو بار دی جائیں تو مگرَین یعنی درد شقیقہ کے لیے بہت مفید نسخہ ثابت ہوتا ہے)

مگرَین کے لیے دو نُسخے

1۔ Iris Vers+Venus Mercenaria=6c تین بار روزانہ

2۔ Cardus+Chelidonium+Nat.Sulph+Berberis Vulgaris=30 دن میں تین بار نُسخہ نمبر ا کے پانچ منٹ بعد۔

درج ذیل نسخہ بھی Migraine کے لیے بہت مفید ہے۔

Nat.Phos+Cadmium Sulph =30

مگرَین یعنی درد شقیقہ کے لیے یہ نسخہ نہایت مفید ہے۔سیڈ امین ۳۰ + سیمی سی فیوجا ۳۰ + جلسیمیم ۳۰+ سینگونیریا ۳۰ ملا کر دن میں دو تین بار (ایسا سر درد سات دن کا دورہ بھی کرتا ہے اور ہارمونز کی تبدیلی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے)

درد شقیقہ کے لیے چند مفید نسخے۔ جلسیمیم، اونوسموڈیم اور روٹا ملا کر ۲۰۰ میں پہلے تین دن روزانہ ایک بار بعد میں ہفتے میں دو بار اور ساتھ ملی فولیم، میگنیشیا فاس اور سی فیوجا ملا کر تین طاقت میں روزانہ دو تین بار۔

2۔ برائی اونیا، جلسیمیم اور نیٹرم میور ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ صبح وشام۔

3۔ جلسیمیم، نیٹرم میور اور گلونائن ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ دو بار۔

درد شقیقہ تکلیف میں سردی سے آرام آئے اگر سات یا سولہ دن کے وقفہ سے دوبارہ درد ہو تو ہومیو دوا آرسنک البم مفید ثابت ہوتی ہے۔

(اگر کسی دوا سے درد شقیقہ دبا دیا گیا ہو اور جوڑوں میں درد شروع ہو گیا ہو تو بھی آرسنک البم مفید ہے)

اگر سر درد کو گرم مشروب سے آرام آئے، رات کو درد میں اضافہ ہو جو آدھی رات کو شدت اختیار کر جاتا ہو تو مریض کو ہومیو دوا کالی بائیکروم دینی چاہیے۔

(یاد رہے ہومیو دوا کالی بائیکروم کی علامات میں زیادہ تر سر درد اور چہرے کا اعصابی درد بائیں طرف رہتا ہے اور متلی بھی ہوتی ہے۔اور درد چند روز بعد عود کر آتا ہے۔یہ دوا درد شقیقہ کے لیے بھی اچھی ہے)

درد شقیقہ میں جب معدے کی کھٹاس ہو، متلی کا رجحان ہو اور آدھے سر میں درد اور جکڑن کا احساس ہو تو بھی آئرس ٹینکس دوا مفید ہے۔

بعض لوگوں کو روزہ رکھنے سے اگر سر درد ہو تو ہومیو دوا سسٹس بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔اس دوا کے علاوہ برائیونیا ۲۰۰ بھی ایسے سر درد کی خاص دوا ہے۔

اہم اعلان

پیشوا انٹرنیشنل میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیو فزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبویﷺ (نبی کریمﷺ کی خشیت اور خوف الٰہی)

(تحریر و تحقیق: چوہدری ناز احمد ناصر۔لندن)

گزشتہ شمارہ میں مضمون کا اختتام نبی کریمﷺ کے تقویٰ کے اظہار کے طور پر احکام الٰہی کی بجا آوری کے زیر عنوان ہوا تھا۔ اس مضمون کا مزید حصہ پیش خدمت ہے۔

نبی کریمﷺ کا اللہ کے نام کی عظمت اور احترام

آنحضرتﷺ تو خدا کا نام درمیان میں آجانے سے ہی ڈر جاتے تھے۔اس سلسلہ میں چند واقعات پیش خدمت ہیں:۔

امیہ بنت شراحیل وہ معزز خاتون ہیں جنہیں قبیلہ بنوالجون نے آنحضورﷺ سے رشتہ ازدواج قائم کرنے کے لئے آپﷺ کی خدمت میں بھجوایا۔ آپﷺ کا ارادہ بھی ان کو اپنے عقد میں شامل کرنے کا تھا (معلوم ہوتا ہے اس کی ملازمہ جو ساتھ تھی یا کسی نے اس بی بی کو کہہ دیا کہ پہلے دن سے ہی رسول اللہﷺ پر رعب جمانا)۔آنحضورﷺ نے ایک باغ میں ان کے لئے خیمہ لگوایا۔ جب ان کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا: ''اپنے آپ کو میرے لئے ہبہ کر دو''۔ وہ بولی: ''کیا کوئی شہزادی بھی ایک عام شخص کو اپنی ذات ھبہ کرتی ہے''۔ حضورﷺ نے اسے مانوس کرنے کے لئے اس کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا تو اس نے کہا: ''میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں''۔ آپﷺ نے فرمایا: ''تم نے بہت عظیم الشان ہستی کی پناہ مانگی ہے''۔ پھر طلاق دے کر اسے عقد سے آزاد کر دیا اور مال و متاع دے کر آزاد کر دیا اور واپس اس کے قبیلہ میں بھجوادیا۔

آنحضرتﷺ کے اسوہ میں تقویٰ کی باریک راہیں

آنحضرتﷺ تقویٰ کی باریک سے باریک راہ کو اختیار فرماتے اور اس بارہ میں بہت احتیاط برتتے۔اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

1۔آنحضرتﷺ ہر لحظہ اپنے رب سے ڈرتے رہتے تھے، حتیٰ کہ بسا اوقات گھر میں بستر پر ایک کھجور پڑی پاتا ہوں، اسے اٹھا کر کھانے لگتا ہوں، پھر خیال آتا ہے کہ صدقہ کی نہ ہو اور جہاں سے اٹھائی وہیں رکھ دیتا ہوں۔

(بخاری کتاب اللقطۃ باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق: 2252)

2۔ آنحضرتﷺ نے اپنی اولاد کی بھی اسی رنگ میں تربیت فرمائی اور ان کے

2۔ آنحضرتﷺ نے اپنی اولاد کی بھی اسی رنگ میں تربیت فرمائی اور ان کے دل میں بھی بچپن سے خوف خدا پیدا کیا۔ایک دفعہ حضرت امام حسن یا امام حسینؓ نے گھر میں کھجور کا ڈھیر دیکھا اور صدقہ کی ان کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ نبی کریمﷺ نے دیکھ لیا، انگلی بچے کے منہ میں ڈالی، کھجور نکال کر باہر پھینک دی اور فرمایا: ''بچے! ہم آل رسول ہیں، ہم صدقہ نہیں کھاتے''۔

(بخاری کتاب الزکاۃ باب اخذ الصدقۃ التمر 1390)

3۔ ایک دفعہ آنحضرتﷺ نے نماز پڑھائی، اس کے بعد خلاف معمول بڑی تیزی سے صحابہ کی صفیں چیرتے ہوئے گھر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے تو ہاتھ میں سونے کی ایک ڈلی تھی۔ فرمایا: ''کچھ سونا آیا تھا، جو مستحقین میں تقسیم ہو گیا، یہ سونے کی ڈلی تقسیم ہونے سے رہ گئی تھی، نماز میں مجھے خیال آیا تو اسے میں جلدی سے لے آیا ہوں تاکہ قومی مال میں سے کچھ ہمارے گھر میں نہ رہ جائے''۔ طہارت نفس اور خوف الٰہی کی یہ کیسی بے نظیر مثال ہے۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب من احب تعجیل الصدق :1340)

4۔ آنحضرتﷺ ہر دم اللہ تعالیٰ کے غنا اور عظمت سے خائف رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ: ''ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے میں بسا اوقات ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں''۔

(بخاری کتاب الدعوات باب استغفار النبیؐ فی الیوم و اللیلۃ: 5832)

5۔ قرآن شریف میں انبیاء علیھم السلام کے قبولیت دعا کے تجارب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک مشترک خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ''ہم سے چاہت اور خوف سے دعا کرتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی سے جھکنے والے اور خشوع اختیار کرنے والے تھے'' (سورۃ الانبیاء: 91)۔ نبی کریمﷺ کی دعاؤں میں یہ خصوصیت بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

نبی کریمﷺ کی دُعاؤں میں گریہ و بکا

نبی کریمﷺ خوف الٰہی سے اکثر گریہ و زاری کرتے دیکھے جاتے تھے۔اس بارہ میں کچھ واقعات پیش خدمت ہیں:

1۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب آپ ﷺ کے 313 نہتے ساتھیوں کا مقابلہ ایک ہزار مسلح جنگجو لشکر سے تھا، آپ ﷺ میدان بدر میں اپنے جھونپڑے میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر رو رو کر دعائیں کر رہے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کے وعدے موجود تھے مگر آپ ﷺ کی نگاہ اپنے مولیٰ کے غنا پر بھی تھی، اس لئے سجدہ میں پڑے گریہ وزاری کر رہے تھے، بدن پر لرزہ طاری تھا، کپکپاہٹ سے کندھوں پر سے چادر سرک کر گر رہی تھی اور آپ ﷺ اپنے مولیٰ سے یہ التجا کر رہے تھے: ”اے اللہ! اگر آج اس مختصر سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر تیری عبادت کون کرے گا“۔ (مسلم کتاب الجھاد باب الامداد بالملائکۃ فی غزعۃ بدر: 3309)

2۔ حجۃ الوداع میں میدان عرفات میں آپ ﷺ نے خشوع وخضوع، خشیت اور ابتہال سے بھری ہوئی جو دعا کی وہ آپ ﷺ کے خوف و ابتہال اور خشیت کا بہترین شاہکار ہے۔ آپ ﷺ اپنے مولا کے حضور عرض کرتے ہیں:

”اے اللہ! تُو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے، میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے، میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے۔ میں ایک بدحال فقیر اور محتاج ہی تو ہوں، تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہو کر تیرے پاس (چلا آیا) ہوں، میں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں (ہاں!) تیرے حضور میں ایک ذلیل گناہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینے کی طرح (ٹھوکروں سے) خوف زدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور میرے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں گرا پڑا ہے اور ناک خاک آلود ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ! جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے، میرے دعا قبول کر لینا“

(المعجم الکبیر لطبرانی جلد 11، ص 174 بیروت)

3۔ قرآن شریف میں ان مومنوں کی تعریف کی گئی ہے جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نماز خشوع کا بہترین نمونہ ہوتی تھی، چنانچہ نماز میں رکوع کے دوران آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے:

”میرے اللہ! تیری خاطر میں نے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں اور تجھی پر میرا توکل ہے، تو ہی میرا پروردگار ہے۔ میرے کان اور میری آنکھیں، میرا گوشت اور خون، میری ہڈیاں اور میرا دماغ اور میرے اعصاب اس اللہ کی اطاعت میں جھکے ہوئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے“۔

گریہ وزاری اور خشوع وخضوع کی یہ کیفیت آپ ﷺ کی تنہائی کی نمازوں میں خاص طور پر پائی جاتی تھی۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خدا کے حضور اس طرح گڑگڑاتے تھے کہ آپ ﷺ کے سینے سے اس کی آواز سنی جا سکتی تھی، جو ہنڈیا کے ابلنے کی آواز سے مشابہ ہوتی تھی۔

(نسائی، کتاب السھر باب البکاء فی الصلوٰۃ)۔

4۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر سے غائب پایا، تلاش کیا تو مسجد میں تھے (اندھیرے میں) میرا ہاتھ آپ ﷺ کے پاؤں کے تلوے کو چھو گیا۔ آپ کے پاؤں زمین پر گڑے ہوئے تھے اور سجدے کی حالت میں مولیٰ کے حضور آپ ﷺ یہ زاری کر رہے تھے:

”اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں؛ میں خالص تیری پناہ چاہتا ہوں؛ میں تیری تعریف شمار نہیں کر سکتا، بے شک تو ویسا ہی ہے جس طرح تو نے خدا اپنی تعریف آپ کی ہے۔ (ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی القنوت: 1169)

5۔ حضرت مطرفؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، گریہ وزاری اور بکاء سے یوں ہچکیاں بندھ گئی تھیں گویا چکی چل رہی ہے اور ہنڈیا کے ابلنے کی آواز کی طرح آپ ﷺ کے سینہ سے گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ (ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب البکاء فی الصلوٰۃ: 157)

6۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ حجۃ الوداع کا یہ خوبصورت منظر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حجر اسود کی طرف منہ کیا، پھر اپنے ہونٹ اس پر رکھ دیئے اور دیر تک روتے رہے، پھر اچانک توجہ فرمائی تو حضرت عمر بن الخطابؓ کو (پہلو میں کھڑے) روتے دیکھا اور فرمایا: ”اے عمر جہاں (اللہ کی محبت اور خوف سے) آنسو بہائے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ کتاب المناسک باب استلام الحجر: 2945)

7۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ رسول کریم ﷺ کی کوئی بہت پیاری اور خوبصورت سی بات سنائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ”ان کی تو ہر ادا ہی پیاری تھی، ایک رات میرے ہاں باری تھی، آپ ﷺ تشریف لائے اور میرے ساتھ بستر میں داخل ہوئے۔

آپ ﷺ کا بدن میرے بدن سے چھونے لگا، پھر فرمانے لگے:

”اے عائشہ! کیا تو آج کی رات مجھے اپنے رب کی عبادت میں گذارنے کی اجازت دو گی“، میں نے کہا: ”مجھے تو آپ ﷺ کی خواہش عزیز ہے“۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ”پھر آپ ﷺ اٹھے، مشکیزہ سے وضو کیا اور نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھنے لگے، پھر رونے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آنسوؤں سے دامن تر ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے دائیں پہلو سے ٹیک لگائی، دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر کچھ توقف کیا، پھر رونے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آنسوؤں سے زمین بھیگ گئی، صبح بلال نماز کی اطلاع کرنے آئے تو آپ ﷺ کو روتے پایا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ ﷺ بھی روتے ہیں؟ حالانکہ آپ ﷺ کو بخش دیا گیا ہے، فرمایا: ”کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں“۔

پھر فرمانے لگے: ”میں کیوں نہ روؤں جب کہ آج رات مجھ پر یہ آیات اتری ہیں **انا فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل و النھار**....“

آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی یہ آیات پڑھیں اور فرمایا: ”ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے یہ آیات پڑھیں اور ان پر غور نہ کیا“۔

(الدرالمنثور اللسیوطی، جلد 27 :6جز 4ص409دارالفکر بیروت)

عہد نبوی ﷺ میں ایک دفعہ سورج گرہن ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نماز کسوف پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، بڑے لمبے رکوع اور سجدے کئے، آپ ﷺ اس قدر روتے جاتے تھے کہ ہچکی بندھ گئی، اس حال میں رو رو کر یہ دعا کر رہے تھے:

”میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ جب تک میں ان لوگوں میں ہوں تو انہیں عذاب نہ دے گا۔ کیا تو نے یہ وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے تو ان پر عذاب نازل نہ کرے گا۔ پس ہم استغفار کرتے ہیں ”(تو ہمیں معاف فرما)۔ (الدرالمنثور اللسیوطی، جز 9ص59دارالفکر بیروت)

آپ ﷺ اس وقت تک یہ دعا کرتے رہے جب تک سورج گرہن ختم نہ ہو گیا۔

خشیئت کی اس کیفیت کے باوجود رسول کریم ﷺ کی خدا ترسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے مولیٰ کے حضور مناجات میں اس کا تقویٰ اور خشیئت مانگا کرتے۔ کبھی کہتے: ”اے اللہ! میرے نفس کو اپنا خوف اور تقویٰ نصیب کردے اور اسے پاک کردے، تجھ سے بڑھ کر کون اسے پاک کرسکتا ہے، تو ہی اس کا دوست اور آقا ہے“۔

(مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شر ما عمل:4899)

9۔ کبھی یہ دعا کرتے: ”اے اللہ اپنی خشیت ہمیں عطا کر جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے“۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

نبی کریم ﷺ کی تلاوت قرآن اور خشیت الٰہی

1۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”کہ وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے، جب ان پر رحمان خدا کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے خدا کے حضور ٹھوڑیوں کے بل سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اللہ خشوع میں انہیں اور بڑھا دیتا ہے“۔ (بنی اسرائیل: 110)

2۔ ایک دوسری جگہ فرمایا کہ ”قرآن کا کلام سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں“ (سورۃ الزمر: 24)

3۔ کلام الٰہی سن کر آپ ﷺ پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا: ”قرآن سناؤ!“۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے **فکیف اذا جئنا من کل امۃٍ بشھیدٍ و جئنا بک علیٰ ھؤلاء شھیداً** (سورۃ النساء:42) تو آپ ﷺ تاب نہ لا سکے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی۔ ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: ”بس کرو“۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب قول الھمقری للقاری حسبک:4662)

4۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجھے ایک رات گذارنے کا موقع ملا۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ کی تلاوت شروع کی اور رو پڑے یہاں تک کہ روتے روتے گر گئے۔ پھر بیس مرتبہ بسم اللہ پڑھی، ہر دفعہ آپ ﷺ روتے روتے گر پڑتے۔ پھر آخر میں مجھے فرمانے لگے: ”وہ شخص بہت ہی نامراد ہے، جس پر رحمٰن اور رحیم خدا بھی رحم نہ کرے“۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ لابن جوزی ص 549 بیروت)

5۔ کبھی آپ ﷺ روتے روتے خدا کے حضور عرض کرتے: ”اے اللہ! مجھے آنسو بہانے والی آنکھیں عطا کر جو تری خشیت میں آنسوؤں کے بہنے سے دل کو ٹھنڈا کر دیں، پہلے اس سے کہ آنسو خون اور پتھر انگارے بن جائیں“۔

(کتاب الدعاء جلد3ص 1480 از علامہ طبرانی مطبوعہ بیروت)

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

سیرت النبی ﷺ کے سلسلے کا اگلا مضمون آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت النبی ﷺ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین۔

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 19)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماءِ سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تا کہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جاسکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمّتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بد دیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

سیلز ٹیکس، پولیو کے قطرے

خیبر پختون خواہ کے تاجر ہوشربا مہنگائی سے تنگ آ چکے ہیں۔ بنوں میں تاجروں نے دنیا کو اس وقت حیرت اور دکھ میں مبتلا کر دیا جب انہوں نے یہ کہا کہ ''سیلز ٹیکس بہت زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے ہم پاکستان انسداد پولیو پروگرام کا بائیکاٹ کا اعلان کرتے ہیں اور احتجاجاً اپنے بچوں کو انسداد پولیو کے قطرے نہیں پلائیں گے۔

وزیر اطلاعات خیبر پختونخوا شوکت یوسفزئی نے اس خبر پر کہا ہے کہ'' بنوں میں تاجروں کی جانب سے سیلز ٹیکس کو پولیو کے قطرے پلانے سے مشروط کرنے کا مطالبہ سمجھ سے بالاتر ہے اور پولیو کے قطرے پلانے کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف سخت ایکشن لیں گے۔ پولیو دہشت گردی جیسا ناسور ہے ہم اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ جیسے دہشت گردی کا خاتمہ کیا تھا بالکل اسی طرح ملک اور صوبے کو پولیو فری بنائیں گے۔

معزز قارئین! لگتا ہے کہ تاجروں کی صفوں میں بھی مذہبی جنونی گھس گئے ہیں۔ جب چند تاجروں نے یہ بیہودہ اعلان کیا تو بہت سے تاجروں نے بھی بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے کی کھل کر حمایت کی۔ مرض پولیو کا وجود سوائے چند ممالک کے دُنیا سے نابود ہو چکا ہے، مولوی لوگ پولیو سے بچاؤ کے ٹیکہ کو بھی حرام قرار دیتے ہیں، یاد رہے سب سے زیادہ پولیو کے مریض پاکستان میں ہیں اور دوسرے نمبر پر افغانستان اور تیسرے نمبر پر نائجیریا میں ہیں۔

معزز قارئین انسانی زندگی انتہائی معزز ہے۔ اشرف المخلوقات کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام دوسری مخلوقات چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہوں پیدا فرمائی ہیں۔ دراصل نام نہاد مولوی حضرات ایسے فتوے دے کر عام مسلمانوں کو جاہل، بیمار اور لنگڑے لولے رکھنا چاہتے ہیں تا کہ وہ جاہلوں اور معذوروں کی بے بسی سے فائدہ اُٹھا کر اقتدار کے ایوانوں پر قبضہ کر کے من مانی کر سکیں۔

خُدارا! اہلسنت کو خلفشار و انتشار سے بچائیں!

علامہ محمد حسن علی رضوی (بریلوی) امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس عطار قادری صاحب (بریلوی) سے مخلصانہ، ملتجیانہ استدعا کرتے ہوئے ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

''خُدارا! اہلسنت کو خلفشار و انتشار اور گروہ بندی سے بچائیں'' پھر انہیں یاد دلاتے ہوئے کہ آپ کو ہم نے بنایا تھا فرماتے ہیں کہ دعوت اسلامی بنانے کا فیصلہ مولانا شاہ احمد نورانی کے مکان میں ہوا تھا۔ پھر فرماتے ہیں۔'' تلخ نوائی معاف اگر آپ مسلک اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور عاشق اعلیٰ حضرت کے نعرے نہ لگاتے آپ اس مقام و منصب پر پہنچ سکتے تھے؟ سُنّی بریلوی علماء آئمہ وخطباء اپنی مسجدوں اپنے مدرسوں کے دروازے

دعوت اسلامی کے لیے نہ کھولتے تو دعوت اسلامی کو یہ فروغ حاصل ہوسکتا تھا؟ جمہور اکابر اہلسنت نے دل کھول کر دعوت اسلامی سے تعاون کیا۔ جناب والا جن جن بزرگ علماء نے آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی وہ سب لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے عدم جواز ومفسد نماز کے قائل ہیں۔'' یہ لکھنے کے بعد کہ آپ کو منع کیا گیا خط وکتابت کے ذریعے فرماتے ہیں۔ ''عاشق اعلیٰ حضرت کا دعویٰ کرنے کے باوجود من مانی کررہے ہیں۔ ہمیں افسوس اور قلبی صدمہ وملال ہے مسائل دینیہ میں بھی آپ من مانی کررہے ہیں اور خود پسندی سے کام لے رہے ہیں کہ پہلے آپ ٹی وی ومووی کے مخالف ودشمن تھے اور ٹی وی توڑ دو کا مظاہرہ کرتے تھے، اب آپ نے خود معاذ اللہ ''مدنی حسلنق'' کے نام سے ٹی وی اسٹیشن بنالیا اور کروڑوں روپے اس غلط کام پر لگا رہے ہیں۔ آپ کے عطاری مریدین کار خیر اور اجر عظیم سمجھ کر مساجد جیسی عبادت کی مقدس جگہوں پر ٹی وی لگا کر آپ کے جلوے دکھانے کی مذموم سعی لاحاصل کررہے ہیں۔ جن سے مسجدوں کا تقدس پامال ہورہا ہے اور اس سے سُنّیوں میں باہمی خلفشار بڑھ رہا ہے۔ مدنی حسلنق کے ٹی وی پروگرام باہمی خلفشار کا باعث بن رہے ہیں اور ہندوستان سے آمدہ اطلاعات وپوسٹروں کے مطابق آپ کے مریدین آپ کی بیعت بھی توڑ رہے ہیں اور دعوت اسلامی سے علیحدگی اختیار کررہے ہیں۔ جبکہ ہندوستان میں آپ کی طرز پر آپ کے مقابلہ میں عالمی سنّی دعوت اسلامی (مولویوں کی بنائی گئی اس تنظیم کے بھی بال وپر نکلنے لگے ہیں) بھی بن چکی ہے۔ ہمیں رنج وملال ہے کہ آپ لاؤڈ اسپیکر کے مسئلہ کی طرح مدنی حسلنق کے مضرات سے اغماض برت رہے ہیں۔'' (طویل مضمون کا کچھ حصہ پیش کیا گیا ہے)

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ اکتوبر ۲۰۰۹ء صفحہ ۱۳-۱۲)

قارئین کرام! ایک پرانی ضرب المثل ہے ''جب لکڑی ہی ٹیڑھی ہو تو سایہ کیسے سیدھا ہوگا''۔ جنہیں لوگ خلیفہ بنائیں یا امیر بنائیں وہ اپنے دُنیاوی آقاؤں کے رحم کرم پر ہوتے ہیں۔ وہ جب چاہیں انہیں آسمان پر بٹھا دیتے ہیں اور جب چاہیں انہیں ذلیل ورُسوا کردیتے ہیں، گویا یہ دُنیاوی آقا خُدا ہیں اور محمد الیاس قادری جیسے مولوی ان کے غلام ہیں۔ خُدا انہیں خوفِ خُدا عطا کرے۔ آمین۔

جنرل ضیاءالحق کی اسلامائزیشن

مشہور ومعروف کالم نگار جناب ایاز میر صاحب لکھتے ہیں:۔

''ہمارا معاشرہ مجموعی طور پر کھلے ذہن کا مالک تھا، تنگ نظری اور مذہبی عدم رواداری کا تصور کرنا بھی محال تھا جو آج ہمارے ہاں ایک معمول ہے۔ جنرل ضیاء الحق کی اسلامائزیشن کے نتیجے میں مذہبی رواداری کے تمام دروازے آہستہ آہستہ بند ہوتے چلے گئے۔ پاکستان نام کے اس باغ کے تمام پھول مُرجھا گئے، پتے جھڑ گئے ویرانی ہر سو چھا گئی۔ جنرل ضیا نے جو بیج بوئے، وقت کے ساتھ تن آور درخت بن گئے جنہیں کاٹنا مشکل ہے جبکہ ان سے پیدا ہونے والا شر پسندی کا زہر آج کسی کے لیے حیران کن نہیں۔

(جنگ لندن ۱۲ جون ۲۰۱۰ء)

اکبر حمیدی نے کیا خوب کہا ہے

اک سی صورت حالات نہیں رہ سکتی
دِن بھی نکلے گا سدا رات نہیں رہتی
بہت ہو گا پیش منظر
کہ دریا رُخ بدلتا جا رہا ہے
اچھے موسم جب آئیں گے
بادل اُمرت برسائیں گے
خوشیوں کا سورج نکلے گا
گھور اندھیرے چھٹ جائیں گے

مسجدوں کے مُلّا اور حجروں کی مخلوق

مدیر چٹان جناب شورش صاحب نے ۱۹۷۳ء میں کہا تھا:۔

''ایڈیٹر چٹان کی یاس کا عالم یہ ہے کہ وہ لاہور کی بعض مساجد کے مشہور پیشواؤں کی اقتداء میں نماز عید بھی پڑھنے کے لیے تیار نہیں۔ عید کے بڑے بڑے اجتماع ان کے پیچھے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں نے دین کو فتنہ، شرع کو جنس، فقہ کو تماشا اور اسلام کو ڈھول بنادیا ہے۔

پاکستان میں اسلام کے خلاف جتنی بغاوت اور تنفّر پیدا ہوا اس کے ذمہ دار

مسجدوں کے مُلاّ اور حجروں کی مخلوق ہے کیا آپ اس سخت کلمہ کے لیے ایڈیٹر چٹان کو معاف کردیں گے کہ وہ اپنوں کے ہاتھوں سے اس قدر زخم اٹھا چکا ہے کہ اب انہیں معاف کرنے یا ان سے معافی چاہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘ (چٹان ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء)

آوارہ عصمتیں

اور جناب شورش صاحب نے ۱۲۷ اگست کو چٹان ہی میں اپنے مشن کو بیان کرتے ہوئے یہ دعویٰ بھی فرمایا تھا:۔

’’ایڈیٹر چٹان نے بفضل تعالیٰ قادیانی اُمّت کے سیاسی جاہ وجلال کو کرۂ عرضی سے مٹانے کا تہیہ کر رکھا ہے ،اور یہ ہو کے رہے گا ۔انہیں کوئی عبدالماجد دریابادی،نیاز فتح پوری یا پاکستان کا بڑے سے بڑا آدمی بچا نہیں سکتا۔یہ اسی طرح مٹ جائیں گے جس طرح آوارہ عصمتیں مٹ جاتی ہیں۔‘‘ (چٹان ۱۲۷ گست ۱۹۷۳ء صفحہ ۴)

جناب شورش کاشمیری صاحب اپنی ایک کتاب ’’قلمی چہرے‘‘ کے صفحہ ۱۸۱ پر مولانا عبدالماجد دریابادی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

’’جس چیز نے ان (مولانا عبدالماجد دریابادی) کے لیے دل میں قدر و منزلت کے جذبات پیدا کیے۔وہ ان کی ’’سچی باتیں‘‘ ہیں۔وہ ان دو چار صاحب طرز ادیبوں میں سے ہیں،جن کی عظمت لیل ونہار کی کوئی گردش بھی محو نہیں کر سکتی۔ان کے الفاظ میں وجاہت اور ان کے معانی میں عمق ہوتا ہے۔وہ لکھتے نہیں موتی پروتے ہیں۔۔۔مولانا کی سب سے بڑی خوبی جس سے طبیعت،ان سے شیفتہ ہوجاتی ہے،وہ ان کی کلمہ حق سے دل بستگی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ اس سن وسال میں بھی ہندوستان کے بت کدے میں تکبیر کی ایک دلآویز صدا ہیں۔‘‘

فتنہ عظیم

مولانا عبدالماجد دریابادی نے ۱۱ جولائی ۱۹۵۲ء کو اپنے اخبار ’’صدق جدید‘‘ میں ’’ہماری آواز‘‘ کے زیرعنوان لکھا تھا:۔

’’پاکستان میں زبان کے فتنے کے بعد ایک دوسرے فتنہ ’’قادیانیوں کے خلاف نفرت و بیزاری‘‘ نے جنم لیا ہے۔اس فتنہ کے پرخطر ہونے کی انتہا ہے۔۔۔آل مسلم پارٹیز کنونشن کی منظور کردہ قرارداد میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ قادیانی فرقہ کو غیرمسلم قرار دے کر اس کے حقوق عام مسلمانوں سے علیحدہ کر دیے جائیں۔

صوبائی تعصب،مہاجر اور غیرمہاجر کی کشمکش اور لسانی جھگڑے کی موجودگی میں یہ فرقہ بندی کی بنا پر ملّت اسلامیہ سے اخراج کی تحریک ایک فتنہ عظیم ہے۔اگر پاکستانیوں نے اس کی ہمت افزائی کی تو قادیانیوں کے بعد اس کا قدم آغا خانیوں،شیعوں اور رضاخانیوں اور دیوبندیوں تک پہنچے گا اور پھر اس وقت اللہ اور رسول اور قرآن کریم کے نام پر ملّت اسلامیہ پاکستان کا اتحاد کیا معنی رکھے گا۔فی الوقت کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

الحاد وارتداد کا تابوت

معزز قارئین!مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی سوانح حیات میں بیان کرتے ہیں کہ الحاد وارتداد کا دور مجھ پر نو برس تک رہا۔اسلام کی طرف واپسی کیسے اور کیونکر ممکن ہوئی،مولانا صاحب لکھتے ہیں:۔

’’اکتوبر ۱۹۲۰ء میں سفر دکن میں ایک عزیز ناظر یار جنگ جج کے ہاں اورنگ آباد میں قیام کا اتفاق ہوا۔اور ان کے انگریزی کتب خانہ میں نظر محمد علی لاہوری احمدی (عرف عام میں قادیانی) کے انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن مجید پر پڑ گئی۔بے تاب ہوکر الماری سے نکالا اور پڑھنا شروع کر دیا۔جوں جوں پڑھتا گیا الحمدللہ ایمان بڑھتا گیا۔جس (صاحبانہ) ذہنیت میں اس وقت تک تھا،اس کا عین مقتضاء یہ تھا کہ جو مطالب اردو میں بے اثر رہتے اور سپاٹ معلوم ہوتے، وہی انگریزی کے قالب میں جاکر مؤثر وجاندار بن جاتے ،یہ کوئی مغالطہ نفس ہو یا نہ ہو ،بہر حال میرے حق میں تو حقیقت واقعہ بن کر رہا۔۔۔اور اس انگریزی قرآن کو جب ختم کر کے دل کو ٹٹولا تو اپنے آپ کو مسلمان ہی پایا۔اور اب اپنے ضمیر کو دھوکا دیے بغیر کلمہ شہادت بلاتامل پڑھ چکا تھا۔۔۔اللہ اس محمد علی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔اس کا عقیدہ مرزا صاحب کے متعلق غلط تھا یا صحیح مجھے اس سے مطلق بحث نہیں،بہرحال اپنے ذاتی تجربہ کو کیا کروں

میرے کفر وارتداد کے تابوت پر آخری کیل اسی نے ٹھونکی۔۔۔جس اسلام سے دبے پاؤں، چپکے چپکے باہر نکل گیا تھا، اللہ کی کریمی کہ اسی اسلام میں اسی طرح آہستہ آہستہ پھر داخل ہو گیا۔۔ ضلالت مطالعہ کے راستہ سے پائی، ہدایت بھی بحمد للہ اس کی راہ سے نصیب ہوئی، اکبر کے مصرع

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

کی تصدیق آپ بیتی سے پوری طرح ہو کر رہی، زندہ شخصیتوں کو دخل خاص ان انقلابوں میں کم ہی رہا۔"

مولانا عبد الماجد دریا آبادی مزید لکھتے ہیں:۔

"اپنی سرگزشت کا خلاصہ یہی ہے کہ جس فکری منزل میں میں اس وقت تھا حضرت تھانوی جیسے بزرگوں کی تحریروں کو نا قابل التفات ٹھہراتا تھا، ان کی طرف نظر تک نہ اٹھاتا۔ ان کے وعظ و تلقین سے الٹا ہی اثر قبول کرتا۔ غذا لطیف وتقویت بخش سہی لیکن اگر مریض کے معدہ سے مناسب نہیں ہو گی تو الٹی مضر ہی پڑے گی۔"

"بہت سارے علماء کا نام بیعت کے سلسلے میں بیان کر کے مولانا لکھتے ہیں:

"مگر اتنی عقیدت کسی سے نہ ہوئی کہ بیعت کی خواہش کرتا۔ مولانا محمد علی (لاہوری احمدی) کا نام اس سلسلہ میں بہ ظاہر بالکل بے محل نظر آئے گا، لیکن اخلاص، تدّین، رسوخ فی الدین، بے ریائی، حُبِّ رسولؐ، غیرت ایمانی اگر کوئی چیز ہیں تو محمد علی اس میعار پر کھرے اور پورے اترے، ارادہ بار باران سے بیعت کا ہوا، اور رہ رہ گیا۔"

(آپ بیتی۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی۔ مقدمہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی۔ ناشر فضل ربی ندوی۔ شائع کردہ مجلس نشریاتِ اسلام کراچی۔ شکیل پرنٹنگ پریس کراچی۔ اشاعت ۱۹۹۶ء۔ صفحات ۲۵۴، ۲۶۶، ۲۶۶)

مَیں محض مٹی ہوں!!

مولانا محمد علی (لاہوری احمدی) کے جس ترجمہ وتفسیر قرآن مجید نے مولانا عبد الماجد دریا بادی کی اسلام کی طرف آنے میں راہنمائی کی تھی اسی ترجمہ و تفسیر قرآن مجید کے دیباچہ میں مولانا محمد علی (لاہوری احمدی) لکھتے ہیں:۔

"میری زندگی میں جس شخص نے قرآن مجید کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ اُستاذی المکرّم حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کچھ فائدہ پہنچے تو وہ جہاں میرے لیے دعا کرے ان بزرگوں کے لیے بھی دعا کرے۔ مَیں محض مٹی ہوں اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اَور کی پھونکی ہوئی روح ہے

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فیلڈ مارشل ایوب خان کی آخری خواہش

روزنامہ جنگ نے لکھا تھا کہ فیلڈ مارشل ایوب خان نے اپنی آخری خواہش کا اظہار یوں کیا ہے کہ:۔

"میری دلی تمنا یہ ہے کہ میں پاکستان میں ہی جان جاں آفریں کے سپرد کر دوں۔ اور اسی وطن عزیز کی خاک میں دفنایا جاؤں۔ قوم میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ مَیں ان مولویوں کا انجام دیکھوں جنھوں نے میرے دَور کو خلفائے راشدین کا دَور گردانا۔ اپنے ان وزیروں اور مشیروں کا عبرتناک انجام دیکھوں جو مجھے عوام کی مشکلات اور کرب سے دور رکھ کر سب اچھا ہے کہتے رہے۔ اور میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو مستحکم اور عوام کو خوشحال رکھے۔"

(روزنامہ جنگ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۸)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّٰهِ الصُّمُّ البُكمُ الَّذِينَ لَا يَعقِلُونَ ۔

ترجمہ: اللہ کے نزدیک حیوانات سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں جو کچھ بھی عقل نہیں رکھتے۔ (سورۃ الانفال آیت ۲۳)

وَ قَالُوا لَوكُنَّا نَسمَعُ اَوعقِلُ مَا كُنَّا فِى اَصحٰبِ السَّعِيرِ ۔ ترجمہ: اور وہ کہیں گے اگر ہم (غور سے) سُنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم آگ میں پڑنے والوں میں شامل نہ ہوتے۔ (سورۃ الملک آیت ۱۱)

بقایا: ''یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات''

تحریر و تحقیق: زکریا ورک۔ ٹورنٹو کینیڈا

زکریا الرازی نے کہا کہ سلفر، سالٹ اور مرکری کے خواص تقریباً ہر چیز میں پائے جاتے ہیں۔ یہی دریافت یورپ میں پاراسیلساس Paracelsus نے کی تھی۔

جرمن ہیئت دان Regiomontanus نے ایک کتاب علم مثلثات De Triangulus پر لکھی، کتاب کا چوتھا باب تمام کا تمام جابر ابن افلاح کی کتاب کا سرقہ ہے۔

یورپ (اٹلی) میں طب کی عربی تراجم کا کام سب سے پہلے کانسٹن ٹین دی افریقن Constantine the African d.1087 نے شروع کیا تھا جو تیونس کا عرب تھا اور اپنے ساتھ طب کی عربی کتابیں لایا تھا بشمول ابن سینا کی القانون فی الطب کے۔ اس نے کئی کتابوں کے تراجم پر بڑی ڈھٹائی سے اپنا نام بطور مصنف کے لکھدیا۔

عرب سائنسدان ابو مشعر بلخی نے دعویٰ کیا تھا کہ سمندر میں مدوجزر چاند کی کشش ثقل کی بناء پر نمودار ہوتیں۔ فلپ کے ہتی نے یہ بات اپنی کتاب ہسٹری آف عربز میں لکھی ہے۔ یورپ میں اس کا سہرا کیپلر Kepler کے سر باندھا جاتا ہے۔

ابو بکر ابن باجہ نے لاء آف موشن دریافت کیا تھا۔ اس کا نمایاں اثر گیلی لیو پر ہوا تھا۔ بلکہ ابن باجہ کی رفتار کی تعریف اور گیلی لیو کی رفتار کی تعریف ایک ہی تھیں۔ اس نے مزید کہا کہ وہ قوت جس کی بناء پر سیب زمین پر گرتا وہ وہی ہے جو سیاروں کو اپنے مدار میں قائم رکھتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جرمنی کے ریاضی داں کارل گاس نے سب سے پہلے ثابت کیا تھا کہ مثلث کے زاویوں کا مجموعہ ۱۸۰ ڈگری ہوتا ہے مگر اس کے پانچ سو سال قبل طوسی نے اس چیز کو اپنی کتاب الرسالہ الشافیہ میں ثابت کیا تھا۔ اسی طرح عمر خیام اور طوسی نے صدیوں سال قبل وہ چوکور استعمال کی تھی جس کو یورپ میں ساکیری کی چوکور Saccheri square کہا جاتا ہے۔

کتابیات: ڈاکٹر عبدالسلام نوبل انعام یافتہ، ارمان اور حقیقت مترجم شہزاد احمد لاہور۔ زکریا ورک، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے و 111 مسلمان سائنسدان۔ ڈاکٹر احمد عبدالحی پٹنہ، ابن سینا اکاڈمی لیکچر۔ حکیم سید ظل الرحمٰن، قانون ابن سینا کے شارحین و مترجمین، علی گڑھ۔ S. Pines, Arabic Versions of Greek Texts,
P.K. Hitti, History of the Arab---EJ Brill, Leiden 1986,

گلہری (Squirrel) کی اقسام

(مرسلہ محمد سلیم بھٹی۔ لندن)

گلہری کا خاندان بہت بڑا ہے اور یہ آسٹریلیا، جنوبی امریکہ اور مڈغاسکر کے علاوہ ساری دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ ان کا ایک گروہ درختوں پر بسیرا کرتا ہے۔ اس گروہ میں گلہریوں کی دو سو اقسام ہیں۔ یہ درختوں کے کھوکھلے تنوں میں اپنا گھر بناتی ہیں یا پرندوں کی طرح سوکھی ٹہنیوں اور تنکوں کی مدد سے گھونسلا بناتی ہیں۔ ان کی جسامت اور رنگ مختلف ہوتا ہے لیکن عادات ملتی جلتی ہیں۔ عموماً پھل، بیج، مونگ پھلی، کونپلیں، سانپ اور کیڑے مکوڑے کھاتی ہیں لیکن بعض پرندوں کے انڈے بھی کھا جاتی ہیں اور چند ایک درختوں کی چھال اتار کر گودے میں سے رس چوستی ہیں اور اس طرح وہ درخت پنپ نہیں پاتے۔ یہ گلہریاں اپنی پچھلی ٹانگوں پر بیٹھ کر اگلی ٹانگوں کو ہاتھوں کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔

جبکہ گلہریوں کا دوسرا گروہ زمین میں بل بنا کر رہتا ہے۔ یہ براعظم افریقہ میں بکثرت ملتی ہیں۔ جسامت میں بڑی ہوتی ہیں۔ سخت سردی یا گرمی کے موسم میں کچھ عرصہ سو کر گزارتی ہیں اور اس عرصہ میں اُسی خوراک پر گزارہ کرتی ہیں جو انہوں نے اس مقصد کیلئے جمع کی ہوتی ہے۔ سب سے مختصر جسامت کی گلہری جس کا وزن پندرہ گرام اور لمبائی آٹھ سینٹی میٹر ہوتی ہے مغربی افریقہ میں پائی جاتی ہے۔ اٹلی کے پہاڑوں میں رہنے والی Alpine marmot نامی گلہری کا وزن ۵ سے ۸ کلوگرام تک ہوتا ہے یہ گلہری وسطی اور جنوبی یورپ کے پہاڑوں میں پائی جاتی ہے۔ اس گلہری کا شکار چربی کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔

گرم ممالک میں بسنے والی گلہریاں سال میں کئی مرتبہ بچے دیتی ہیں جبکہ سرد علاقوں والی ایک یا دو مرتبہ بچے دیتی ہیں۔ یہ عام طور پر دو سے چھ ہفتوں تک بچوں کو جنم دیتی ہیں۔ بچے کے جسم پر بال نہیں ہوتے اور آنکھیں چند ہفتے تک بند رہتی ہیں۔ ایک بہت بڑی تعداد گلہریوں کی بالغ ہونے سے قبل ہی مر جاتی ہے۔ موت سے بچ جانے والی گلہریاں پانچ سے آٹھ ہفتوں کے بعد خود شکار کی تلاش میں نکلتی ہیں۔ عام طور پر گلہریوں کی عمر دو سے چھ سال تک ہوتی ہے۔ تاہم بعض پندرہ سال تک بھی زندہ رہی ہیں۔ پالتو گلہریاں بیس سال تک بھی زندہ رہ سکتی ہیں۔

Alpine marmot

برطانیہ میں دو قسم کی گلہریاں پائی جاتی ہیں۔ سرخ رنگ کی اور سیاہی مائل۔ سرخ رنگ کی گلہری انگلستان کی اصل باشندہ ہے جبکہ سیاہی مائل 1876ء کے لگ بھگ امریکہ سے یہاں لائی گئی تھی۔ مشاہدہ ہے کہ یہ دونوں اقسام ایک دوسرے کو زیادہ پسند نہیں کرتیں اور لڑ کر اپنے علاقہ سے دوسرے کو بھگا دیتی ہیں۔ سرخ رنگ کی گلہری انسانوں سے زیادہ مانوس ہے اور بعض دفعہ آپ کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیز بھی کھانے کے لئے آ جاتی ہے۔

گرے گلہری جو انیسویں صدی عیسوی میں شمالی امریکہ سے برطانیہ میں لائی گئی تھی بیسویں صدی عیسوی میں ڈرامائی طور پر اس کی افزائش میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اب ان کی تعداد میں ہوشربا اضافہ ہو چکا ہے، ان کی تعداد برطانیہ میں بیس لاکھ سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ یاد رہے کہ مقامی سرخ گلہریوں کی تعداد صرف سولہ لاکھ ایک ہزار ہے۔ گرے گلہری کا وزن تین سو پچاس گرام سے چھ سو گرام تک ہوتا ہے اور ان کی عمر تین چار برس ہوتی ہے، اچھے ماحول میں دس برس تک بھی زندہ رہ سکتی ہیں۔ مقامی سرخ گلہریاں اپنی خوراک زمین سے حاصل کرتی ہیں مگر گرے گلہریاں درختوں کو اپنی خوراک بناتی ہیں، درختوں کی کونپلیں اور گودے کو چوستی ہیں۔ اسی وجہ سے برطانیہ میں محکمہ جنگلات جلد ہی سیاہی مائل گلہریوں کے خلاف اقدامات کرنے والا ہے کیونکہ وہ درختوں کو تباہ کر رہی ہیں اور پانچ ملین پاؤنڈ سالانہ کا نقصان کر رہی ہیں۔ سرخ گلہریاں نو میٹر کی بلندی سے زمین پر بحفاظت کود سکتی ہیں مگر گرے یا سیاہی مائل گلہریاں چھ میٹر سے زائد نہیں کود سکتیں۔ گلہریوں کی سماعت اور نظر غضب کی ہوتی ہے۔ گلہریاں دم کو ہلا کر ایک دوسرے کو پیغام دیتی ہیں۔

Red squirrel
سرخ گلہری

تبصرہ کتاب

''کنڈیاں دی واڑ'' از محمد نعیم یاد

(مبصر: عقیل شامی۔لاہور)

''اَدب کے ہر فیشن کی طرح افسانچہ نگاری بھی مغرب سے ہی اُٹھ کر آئی ہے۔اُردو اَدب میں پہلی بار اس کا تجربہ سعادت حسن منٹو نے کیا،اور پھر ان کے بعد جوگندر پال نے ان کے کام کو آگے بڑھایا۔رفتہ رفتہ افسانچوں کی طرف کئی ادباء نے توجہ دی تو محفلِ اَدب میں یہ چھوٹے چھوٹے قمقمے جگمگا کر قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے۔افسانچہ تخلیق کرنا افسانے سے بھی کہیں زیادہ مشکل کام ہے،جو بات آپ دس صفحات میں بیان کرتے ہیں اُسے چار پانچ جملوں میں کہہ کر دس صفحات کا تاثر پیدا کرنا،آسان نہیں۔پاکستان میں اَفسانچہ نگاری کو اچھی نظر سے کبھی بھی نہیں دیکھا گیا،اس کے باوجود چند قلمکار ایسے ہیں جو افسانچے تخلیق کر رہے ہیں۔ان میں ہی ایک نام محمد نعیم یاد کا بھی ہے جو پچھلے کئی برسوں سے افسانے کے ساتھ ساتھ افسانچوں پہ کام کر رہے ہیں۔نعیم یاد کا خاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اُردو زبان کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان میں بھی افسانچوں کو پیش کیا۔اور کم عمری میں افسانوں اور افسانچوں پہ مبنی اب تک سات کتب لکھ چکے ہیں۔ حال ہی میں پنجابی اَفسانچوں پہ مبنی ان کی کتاب ''کنڈیاں دی واڑ''منظر عام پر آئی۔''کنڈیاں دی واڑ''میں نعیم یاد نے معاشرے کی سچائیوں کو بڑی چابک دستی سے افسانچوں کے سانچوں میں ڈھالا ہے۔ان کی تحریر میں ایک خاص قسم کی جاذبیت ہے جو پڑھنے والے کو چونکا دیتے ہیں۔زندگی کے نشیب وفراز،حرام وحلال،صحیح وغلط،دغابازی،دوغلہ پن ،سیاسی شعبدہ بازیاں،قول وفعل کا تضاد،مفلسی اور بھوک جیسے کئی عوامل ہیں جنھیں نعیم یاد نے افسانچے کے قالب میں اس فن کاری سے ڈھالا ہے کہ افسانچہ قاری کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیتا ہے۔پنجابی میں صاف ستھری زبان میں یہ افسانچے زبان کی بھول بھلیوں میں نہیں بھٹکاتے بلکہ اس جھٹکے سے ختم ہو جاتے ہیں کہ قاری کے ذہن پر دیرپا اثرات قائم کرتے ہیں۔مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ نعیم یاد کے یہ افسانچے پنجابی اَدب میں ایک لطیف جھونکے کی مانند ہیں جو ہر قاری کے ذہن ودل کو تازگی بخشتے ہیں۔''

نام کتاب: کنڈیاں دی واڑ

ناشر:طٰہٰ پبلی کیشنز،اُردو بازار،لاہور

قیمت:300روپے

افسانچے۔محمد نعیم یاد۔جوہر آباد

سکون: شہر کا رئیس رات بھر بے چینی سے نرم بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا مگر نیند کوسوں دور تھی جب کہ اس کے عالی شان گھر کے سامنے کوئی فٹ پاتھ پہ بازوؤں کو تکیا بنائے سکون کی نیند سو رہا تھا۔۔۔

ضرورت: بڑے شہر میں زلزلہ آیا تو اگلے ہی دن اس سے ملحق چھوٹے شہر میں چوک پہ کھڑے مزدور ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے۔''ہمیں فوراً بڑے شہر چلے جانا چاہیے۔سنا ہے زلزلے کی وجہ سے بہت نقصان ہوا ہے اور بیرونی امداد کو اپنے گھروں تک پہنچانے کے لیے وزراء کو بہت سے مزدوروں کی ضرورت ہوگی''

قربت کا درد: ماں دیکھو انٹرنیٹ کے کتنے ہی فائدے ہیں۔امریکا کا مشہور ناولسٹ آج بیمار ہے اس نے فیس بُک پہ اپنی بیماری کا بتایا ہے۔اب دیکھو یہاں بیٹھے میں نے بھی اس کے لیے اس کے اسٹیٹس کے نیچے نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔

ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ماں نے آہستہ سے جواب دیا اور باہر جا کے کھانسنے لگی۔درد کی شدت سے وہ نیچے بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کاش وہ بھی کہیں بہت دور انٹرنیٹ پہ بیٹھی ہوتی۔۔

موت: شہر کے اس شاندار بنگلے کے سامنے بالآخر وہ بچہ بھوک کی تاب نہ لاتے ہوئے مر گیا جس بنگلے کی چھت پہ بندھے کتے کے آگے کھانے کے لیے کئی کلو گوشت رکھا تھا۔۔۔

وقت کی آواز: اس نے جونہی کمرے کا دروازہ کھولا میں ششدر رہ گیا۔کمرہ رنگ برنگے کھلونوں سے بھرا ہوا تھا۔میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا وہ سمجھ گیا کہ میری آنکھیں کون سا سوال کر رہی تھیں۔

جانتے ہو میں زندگی بھر کھلونوں سے محروم رہا۔میں نے پوری زندگی خوب محنت کی حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ میں اپنی پسند کے تمام کھلونے خرید سکتا تھا اور میں نے خریدے اور یہاں سجا دیئے مگر۔۔۔۔

مگر کیا؟۔۔۔مگر اس وقت تک میں کھلونوں کے ساتھ کھیلنے کی عمر سے آگے نکل چکا تھا۔

روشنی کا سایہ: اس کے باپ نے بہت محنت کی۔گلیوں کی خاک چھان کر پکوڑے بیچتا اور اس کو پڑھانے کی کوشش کرتا رہا۔۔۔۔پھر کیا ہوا اُسے؟۔۔۔بالآخر اس کی محنت رنگ لائی اور اس کا بیٹا پڑھ لکھ کر برسرِ روزگار ہو گیا۔اس نے باپ کو گلیوں میں جا کر پکوڑے بیچنے سے منع کر دیا۔

واہ! محنت کا پھل ضرور ملتا ہے نیک اولاد ماں باپ کو ایسے ہی کہتی ہے۔

ہاں اس نے باپ کو چوک پہ کرائے کی ایک دکان لے کے دی ہے اب وہ اس دکان میں بیٹھ کے پکوڑے بیچ کر اپنی اور بیوی کا پیٹ پالتا ہے۔۔

''بوجھ'' (افسانہ)

تحریر: فاطمہ خان صاحبہ۔ اٹک پاکستان

تمہاری سرمئی آنکھیں بلا کی محسور کن ہیں۔ ایسا نشہ ہے ان میں کہ سامنے والا اپنے ہوش گنوا بیٹھے۔ مخروطی ناک پہ یہ ستارہ۔ اف! بلا کا دلنشین لگتا ہے۔ رخسار کے یہ گڑھے تمہاری مسکراہٹ میں تمہارے چہرے کا حسن بڑھا دیتے ہیں۔ تم پہلے سے زیادہ حسین ہوگئی ہو فائقہ! ویسے اتنی تیاری کی وجہ؟ عموماً تم سادہ سی رہتی ہو شادیوں پہ۔ پھر اب ایسا چینج؟ احسن صاحب بیگم کو تیار ہوتا دیکھ کر چپ نہ رہ سکے۔''اب کیا اپنے بھائی کی شادی پر بھی تیار نہ ہو کر جائیں؟'' ارے! ارے میں نے ایسا کب کہا۔ ایک بار نہیں، سو بار جایئے۔ ایسے ہی بن سنور کر جایا کیجیے۔ اگر برا نہ منائیں تو کبھی کبھار ہمارے لیے تیار ہو جایا کیجیے۔ اب ناراض مت ہوں، میں تو مذاق کر رہا تھا۔

احسن صاحب یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اور آج بہت دنوں کے بعد شریکِ حیات سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ اب بتایئے تو کیسی رہی تعریف؟'' بالکل صحیح فرمایا آپ نے۔ یہ زلفیں!!! یہ زلفیں تو کسی ناگن کی طرح پھن پھلائے ہوئے ہیں۔ افسوس کہ اب ان میں چاندی اتر آئی ہے''۔ فائقہ بیگم نے شوہر کی بات کو مزید آگے بڑھایا''۔ ہاہاہا بہت خوب فائقہ بیگم۔ کمرے میں قہقہہ گونجا۔''آج لگ رہا ہے کہ لٹریچر کی طالبہ رہی ہیں کسی دور میں''۔ آپ بھی ناں بس باتیں بناتے ہیں۔ چلیے دیر ہو رہی ہے۔ بچے انتظار کر رہے ہوں گے۔'' فائقہ بیگم نے پرفیوم ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھا اور دوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے بولیں۔''ایک نظر جی بھر کر دیکھ تو لینے دو اور بچے اب بڑے ہو گئے ہیں۔ تمہارا بیٹا میڈیکل کے لیے انٹری ٹیسٹ پاس کر چکا ہے اب۔ ادھر دیکھو!!! تم سرمئی ساڑھی میں پریوں کی ملکہ دکھائی دے رہی ہو''۔ اب بس بھی کیجیے پروفیسر صاحب! اب چلیے۔

''بہت شکریہ اگر آج آپ یہ سب نہ کرتے تو میں اپنے خاندان میں اتنی عزت نہ پا سکتی۔ ابو کی وفات کے بعد علی کی شادی کے اخراجات پورے کرنا امی کے لیے قدرے مشکل ہوتا۔ طاہر بھائی اور آپ نے میری اور آپا کی اہمیت بڑھا دی۔'' فائقہ بیگم شوہر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رو دیں۔ ارے ارے! فائقہ یہ کیا کر رہی ہو تم، ارے یار ہم علی کے بہنوئی ہیں۔ چھوٹا بھائی سمجھ کہ اس کی شادی کی اخراجات اٹھائے ہیں۔ تم رو مت۔ رونے سے ان نشیلی اکھیوں کا نشہ زائل ہو جائے گا۔ احسن صاحب بیگم کا موڈ خوشگوار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔

''جی امی جان! آپ نے یاد کیا مجھے۔'' احسن صاحب یونیورسٹی سے واپس پہنچے کہ بیگم نے پیغام دیا تو فوراً امی سے ملنے کمرے میں آ گئے۔''احسن بیٹھو میرے بچے۔ بہت تھک گئے ہو تم۔ میں شربت بنا کر لاتی ہوں''۔ اماں جائے نماز سے اٹھنے لگیں تو بیٹے نے روک دیا۔'' نہیں امی جان! آپ بتائیں کیا بات ہے؟

''عبیلہ کا فون آیا تھا کل شام۔ اسے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ اسد کا ہاتھ ذرا تنگ ہے تو تم کچھ پیسے بھیج دو اسے''۔ جی امی ٹھیک ہے کتنے پیسے چاہیے ہیں۔ اس نے مجھے فون کیوں نہیں کیا؟ میں بھجوا دیتا اسے'' بس رہنے دو ناں۔ مجھے بتا دیا یہ کافی نہیں ہے۔ بس زیادہ نہیں 50 ہزار بھجوا دو۔ احسن صاحب کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ لیکن امی؟ آپ جانتی ہیں ابھی حالات کیسے ہیں۔ علی کی شادی پہ خرچا ہوا ہے۔ اگلے مہینے بھیج دوں گا۔'' مجھے پتا تھا تم رن مرید ہو گئے ہو۔ ماں اور بہن کی پرواہ نہیں تمہیں۔ اللہ جانے کہاں سے تعویز کر دیے میرے بیٹے پر۔ کیسا قابو میں کیا ہے کہ ماں کی بات بھی نہیں سنتا۔ صرف سسرال والوں کو کھلا، جو بھی کماتے ہوا نہی پر خرچ ہوتا ہے بیگم کم تھیں، جو تم بھی ان پر لٹانے نکل پڑے۔'' اماں جی آج پھٹ پڑیں۔

برسوں پہلے جو چنگاری اپنے سینے میں دفن کیے ہوئے تھیں۔ آج وہ احسن کی ازدواجی زندگی میں آگ لگانے کے لیے تیار تھیں۔ احسن نے یونیورسٹی کی دوست فائقہ سے پسند کی شادی کی۔ والدین کی مرضی کے برخلاف۔ اماں جی آج اسی بات کا بدلہ لینے کو تیار تھیں۔ گھر میں ایک فساد برپا ہو گیا۔''اماں جی جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسا نہیں ہے اور شادی میں صرف بارات کا فنکشن میں نے اور طاہر بھائی نے ارینج کیا۔ وہ بھی اپنی خوشی سے کیا اماں جی۔ آپ دوبارہ یہ بات کبھی کسی سے نہ کیجیے گا۔ خصوصاً فائقہ سے ذکر بھی نہیں کیجیے گا۔ میں کچھ دن تک پیسوں کا بندوبست کر کے عبیلہ کو بھجوا دوں گا''۔ احسن صاحب اک انجانی کیفیت سے دوچار تھے۔ بیگم کے پوچھنے پہ وہ کیا بہانہ بنائیں گے۔ یہی سوچ انہیں کھائے جا رہی تھی۔

''کیا بات ہے؟ آج تم کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہو۔ سب خیریت ہے ناں''۔ فائقہ نے احسن صاحب کی کسی بات کا ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ فائقہ میں تم سے بات کر رہا ہوں۔ جواب دو؟؟'' جانتے ہو احسن اماں جی نے آج بہت بے عزت کیا مجھے اور میرے والدین کو۔ میرے لیے اپنے والدین بالخصوص میرے والد مرحوم کے بارے میں ایسے ایسے الفاظ کہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔ مجھے لگا تھا کہ میرے خاندان میں میری عزت بڑھ جائے گی لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ میرے والدین رسوا کیے جائیں گے۔ شادی پہ جو خرچ کیا۔ وہ آپ کی تجویز تھی، میری نہیں۔ پھر میرے والدین کو کیوں ذلت کی اس پستی میں دھکیل دیا گیا، جہاں سے شاید وہ کبھی نہ نکل سکیں۔ کیا مائیں ایسی بھی ہوتیں ہیں احسن؟ تم نے کہا اور میں نے 18 سال انہیں اف تک نہیں کہا، وہ ہمیشہ سے اپنی بھانجی کو بیاہ کر لانا چاہتی تھیں، بارہا مجھے طعنے تشنے دیے لیکن میں سہہ گئی احسن۔ جانتے ہیں کیوں؟ بابا کو میرے انتخاب پہ کوئی شبہ نہیں تھا، اسی لیے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ مَیں ہر مشکل میں اپنا گھر بچاؤں گی، چاہے مجھے جھکنا پڑے۔ عورت ہی کو جھکنا ہوتا ہے ناں۔ میں جھک گئی۔ آپ کی امی جان کو اپنی ماں سمجھا۔ لیکن آج۔ آج اِس ماں نے دوسری ماں کا سینہ چھلنی کر دیا۔ میری امی کو فون کر کے بہت باتیں سنائی گئیں ہیں احسن۔ میں آپ کی ہی منتظر تھی۔ مجھے اس گھر سے نکال دیا گیا ہے۔ جس گھر کو میں بڑے مان سے اپنا کہا کرتی تھی اسی گھر سے بے گھر کر دی گئی ہوں۔ میرا سامان گاڑی میں رکھوا دیں۔ میں اپنے والدین کی توہین کے ساتھ اس گھر میں رہنا بھی نہیں چاہتی''۔ فائقہ کے آنسو اسے دل کا بوجھ ہلکا نہیں کرنے دے رہے تھے، جسے وہ برسوں چپ چاپ اٹھائے جی رہی تھی۔

فائقہ ایسا مت بولو۔ یہ گھر تمہارا ہے۔ تم سے ہی تو ہماری زندگی جڑی ہے۔ اماں جی کو سمجھاؤں گا میں۔ انہیں آنٹی سے معذرت کرنی ہو گی۔ تم فکر نہیں کرو۔ پلیز رک جاؤ فائقہ۔'' احسن صاحب کی بے بسی فائقہ کو رکنے پہ مجبور نہ کر سکی۔ فون کی گھنٹی بجی فائقہ نے فون اٹھایا۔ خبر دی گئی فائقہ کی والدہ حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے دارِفانی سے کوچ کر گئیں۔ فائقہ بے سدھ گر پڑی۔ شاید اس کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔

شعروشاعری

”بندوں کے دل میں کیا ہے اللہ جانتا ہے“

اخترؔ آزاد

یہ فرش و عرش کیا ہے اللہ جانتا ہے
پردوں میں کیا چھپا ہے اللہ جانتا ہے

جو بھی برا بھلا ہے اللہ جانتا ہے
بندوں کے دل میں کیا ہے اللہ جانتا ہے

لاکھ اپنے دل کا سکہ دنیا سے تو چھپائے
کھوٹا ہے یا کھرا ہے اللہ جانتا ہے

جا کر جہاں سے واپس آتا نہیں ہے کوئی
وہ بام کون سا ہے اللہ جانتا ہے

یہ صبح و شام دیکھو یہ دھوپ چھاؤں دیکھو
سب کیوں یہ ہو رہا ہے اللہ جانتا ہے

نیکی بدی کو اپنی کتنا ہی تو چھپائے
اللہ کو پتا ہے اللہ جانتا ہے

قسمت کے نام کو سب جانے نہیں ہیں اخترؔ
قسمت میں کیا لکھا ہے اللہ جانتا ہے

”سوال اس دل نے اس کے آگے مادرزاد رکھا ہے“

ظفرؔ اقبال

نہ اس کو بھول پائے ہیں نہ ہم نے یاد رکھا ہے
دل برباد کو اس طرح سے آباد رکھا ہے

جھمیلے اور بھی سلجھانے والے ہیں کئی پہلے
اور اس کے وَصل کی خواہش کو سب سے بعد رکھا ہے

رُکا رہتا ہے چاروں سمت اشک و آہ کا موسم
رواں ہر لحظہ کاروبار اَبر و باد رکھا ہے

پھر اس کی کامیابی کا کوئی امکان ہی کیا ہو
اگر اس شوخ پر دعویٰ ہی بے بنیاد رکھا ہے

خزاں کے خشک پتے جس میں دن بھر کھڑکھڑاتے ہیں
اسی موسم کا نام اب کے بہار ایجاد رکھا ہے

یہ کیا کم ہے کہ ہم ہیں تو سہی فہرست میں اس کی
بھلے نا شاد رکھا ہے کہ ہم کو شاد رکھا ہے

جسے لفظ محبت کے معانی تک نہیں آتے
اسے اپنے لیے ہم نے یہاں استاد رکھا ہے

جواب اپنے کو چاہے جو بھی وہ ملبوس پہنائے
سوال اس دل نے اس کے آگے مادر زاد رکھا ہے

ظفرؔ اتنا ہی کافی ہے جو وہ راضی رہے ہم
کمر اپنی پہ کوئی بوجھ ہم نے لاد رکھا ہے

”سرِعام جب ہوئے مدعی تو ثواب صدق وصفا گیا“

فیض احمد فیض

وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسوسے کہ دلوں سے خوف خدا گیا
وہ پڑی ہیں روز قیامتیں کہ خیال روز جزا گیا

جو نفس تھا خار گلو بنا جو اٹھے تھے ہاتھ لہو ہوئے
وہ نشاط آہ سحر گئی وہ وقار دست دعا گیا

نہ وہ رنگ فصل بہار کا نہ روش وہ ابر بہار کی
جس ادا سے یار تھے آشنا وہ مزاج باد صبا گیا

جو طلب پہ عہد وفا کیا تو وہ آبروئے وفا گئی
سر عام جب ہوئے مدعی تو ثواب صدق و صفا گیا

ابھی بادبان کو تہ رکھو ابھی مضطرب ہے رخ ہو
کسی راستے میں ہے منتظر وہ سکوں جو آ کے چلا گیا

”وہ سو گیا ہے مجھے خواب سے جگاتے ہوئے“

سلیم کوثر

کہانی لکھتے ہوئے داستاں سناتے ہوئے
وہ سو گیا ہے مجھے خواب سے جگاتے ہوئے

دیے کی لو سے چھلکتا ہے اس کے حسن کا عکس
سنگار کرتے ہوئے آئینہ سجاتے ہوئے

اب اس جگہ سے کئی راستے نکلتے ہیں
میں گم ہوا تھا جہاں راستہ بتاتے ہوئے

پکارتے ہیں انہیں ساحلوں کے سناٹے
جو لوگ ڈوب گئے کشتیاں بناتے ہوئے

پھر اس نے مجھ سے کسی بات کو چھپایا نہیں
وہ کھل گیا تھا کسی بات کو چھپاتے ہوئے

مجھی میں تھا وہ ستارہ صفت کہ جس کے لیے
میں تھک گیا ہوں زمانے کی خاک اڑاتے ہوئے

مزاروں اور منڈیروں کے رت جگوں میں سلیم
بدن پگھلنے لگے ہیں دیے جلاتے ہوئے

”پہلے یہ طے ہو کہ اس گھر کو بچائیں کیسے“

وسیم بریلوی

اپنے چہرے سے جو ظاہر ہے چھپائیں کیسے
تیری مرضی کے مطابق نظر آئیں کیسے

گھر سجانے کا تصور تو بہت بعد کا ہے
پہلے یہ طے ہو کہ اس گھر کو بچائیں کیسے

لاکھ تلواریں بڑھی آتی ہوں گردن کی طرف
سر جھکانا نہیں آتا تو جھکائیں کیسے

قہقہہ آنکھ کا برتاؤ بدل دیتا ہے
ہنسنے والے تجھے آنسو نظر آئیں کیسے

پھول سے رنگ جدا ہونا کوئی کھیل نہیں
اپنی مٹی کو کہیں چھوڑ کے جائیں کیسے

کوئی اپنی ہی نظر سے تو ہمیں دیکھے گا
ایک قطرے کو سمندر نظر آئیں کیسے

جس نے دانستہ کیا ہو نظر انداز وسیمؔ
اس کو کچھ یاد دلائیں تو دلائیں کیسے

”دامن پہ لگا داغ چھڑائے نہ چھٹے ہے“

اسریٰ رضوی صاحبہ

یہ آگ محبت کی بجھائے نہ بجھے ہے
بجھ جائے جو اک بار جلائے نہ جلے ہے

ٹوٹا جو بھرم رشتوں میں احساس و وفا کا
سو طرح نبھاؤ تو نبھائے نہ نبھے ہے

خوابوں کا محل یوں ہی بنایا نہ کرو تم
تعمیر جو ہو جائے گرائے نہ گرے ہے

دہلیز پہ دل کی جو قدم رکھے ہے کوئی
کٹ جائے ہے ایسے کے ہلائے نہ ہلے ہے

ہے باغ محبت میں وفا کا جو حسیں گل
مرجھا جو گیا پھر تو کھلائے نہ کھلے ہے

دل چیز ہے ایسی کہ اجڑ جائے جو ایک بار
پھر لاکھ بساؤ تو بسائے نہ بسے ہے

کیوں نقش لیے چشم تصور میں پھرو ہو
ہو جائے یہ گہرا تو مٹائے نہ مٹے ہے

کوشش تو بہت کی ہے کہ ڈھل جائے ہر اک عکس
اک شکل ہے ایسی کہ بہائے نہ بہے ہے

دیکھ آئی ہیں شاید کہیں محبوب کو اپنے
آنکھوں کی چمک آج چھپائے نہ چھپے ہے

باتوں من جو کر جائے ہے اقرار محبت
پھر بات کوئی اس سے بنائے نہ بنے ہے

ہر گام قدم اپنا سنبھالے رکھو اسریٰؔ
دامن پہ لگا داغ چھڑائے نہ چھٹے ہے

”جو جہاں میں کوئی نہ کر سکا وہ کمال کر کے دیکھا دیا“

منیر نیازی

شبِ ماہتاب نے شہ نشیں پہ عجیب گل سا کھلا دیا
مجھے یوں لگا کسی ہاتھ نے مرے دل پہ تیر چلا دیا

کوئی ایسی بات ضرور تھی شبِ وعدہ وہ جو نہ آ سکا
کوئی اپنا وہم تھا درمیاں یا گھٹا نے اس کو ڈرا دیا

یہی آن تھی مری زندگی لگی آگ دل میں تو اُف نہ کی
جو جہاں میں کوئی نہ کر سکا وہ کمال کر کے دیکھا دیا

یہ جو لال رنگ پتنگ کا سر آسماں ہے اڑا ہوا
یہ چراغ دست حنا کا ہے جو ہوا میں اس نے جلا دیا

مرے پاس ایسا طلسم ہے جو کئی زمانوں کا اسم ہے
اسے جب بھی سوچا بلا لیا اسے جو بھی چاہا بنا دیا

”گرہیں سی لگ گئی ہیں ہمارے مزاج میں“

امۃ الباری ناصر صاحبہ

لکھیں تو حرف آنچ دیں اوراق جل اُٹھیں — وہ تلخیاں بسی ہیں ہمارے مزاج میں
لاوا اُبل گیا تو جلے گا تمام شہر — چنگاریاں دبی ہیں ہمارے مزاج میں

دل تو ہمارے ریشمی پھولوں سے نرم ہیں — طوفان عارضی ہیں ہمارے مزاج میں
دل کو بڑا سکون ملا اَبر دیکھ کر — کچھ باتیں مل رہی ہیں ہمارے مزاج میں
اب کھل کے ہنسنا بولنا ممکن نہیں رہا — گرہیں سی لگ گئی ہیں ہمارے مزاج میں

”موت کچھ روز ٹل بھی سکتی ہے“

جمشیدؔ اعظم چشتی

آگ پانی میں ڈھل بھی سکتی ہے — آنکھ اشکوں سے جل بھی سکتی ہے
سُن بھی سکتا ھے حالِ دِل کوئی — اور طبیعت سنبھل بھی سکتی ہے
دِل میں جلتے ہوئے چراغ کی لو — رُخ ہوا کا بدل بھی سکتی ہے

دیکھ کر رُوح کی توانائی — موت کچھ روز ٹل بھی سکتی ہے
جس کے پہلو میں سو رھا ہوں ابھی — کبھی کروٹ بدل بھی سکتی ہے
اس کو اِک بار آزما دیکھوں — وہ مرے ساتھ چل بھی سکتی ہے؟
بات سے بات کی طرح جمشیدؔ — کوئی صورت نکل بھی سکتی ہے

”کرنا نہ خُدارا کبھی غیروں کے حوالے مجھ کو“

مُنیرؔ احمد باجوہ

میرا محبوب تو ہر دم ہے سنبھالے مجھ کو — کیا سنبھالیں گے میرے چاہنے والے مجھ کو
آج کے عشق کی تیرہ شبی میں یارو — ہر سرِ راہ پہ ملتے ہیں اجالے مجھ کو

اپنے ہی عشق میں رکھنا مجھے قیدی ہر دم — کرنا نہ خُدارا کبھی غیروں کے حوالے مجھ کو
تیری بانھوں میں رہوں ہر آن مَیں تیرا بَن کر — لاکھ چاہے کوئی دل سے نکالے مجھ کو

تیری ہر چاہ پہ مٹنے کو دل مچلے ہے
بے رُخی تیری کہیں مار نہ ڈالے مجھ کو

کون لگائے گا زمانے میں کوئی قیمت میری
کاش تُو اپنی نگاہوں سے چرالے مجھ کو

ہر قدم پر تیری خیر ہی چاہے گا منیؔر
جتنا چاہے اے زمانے تُو ستا لے مجھ کو

''نجانے کیوں تکبر نے گھروں کو جہنم بنا رکھا ہے''

جہانگیر خاں

ترے درد کو ہم نے سینے سے لگا رکھا ہے
جانِ جاں کو ہم نے پلکوں پہ بٹھا رکھا ہے

بن مانگے بھرے ہے جو دامن میں موتی
اُس خُدا کو ہم نے دل میں بسا رکھا ہے

ہمیں کیا بتائے گا حال اپنے درد و الم کا
جس نے درِ اغیار کو سجدہ گاہ بنا رکھا ہے

داغِ دل ، بیدرد محبت ہی کی عطا ہے
ہر اک داغ عاقبت کے لیے چھپا رکھا ہے

وہ جلتا ہے مانندِ شمع طاقِ عبرت میں
جس نے ظلم و ستم دنیا میں روا رکھا ہے

وہ گھر رشکِ فردوس ہے جہاں خوشی چھکے مہکے
نجانے کیوں تکبر نے گھروں کو جہنم بنا رکھا ہے

ہمیں رونے رلانے کا سلیقہ نہیں آتا ہے
ادا سے رونا ہم نے شمع پہ اُٹھا رکھا ہے

اپنی جفاؤں پہ اتراتے ہیں پاکیزگی کا چولا پہن کر
خوش فہموں نے بے وفائی کا نام وفا رکھا ہے

سکوتِ مرگ پر نغمۂ محبت گایا نہیں جاتا
نئی قبر پر ہم نے ابھی ابھی دیا رکھا ہے

رقیب کیا جانے دیوانگی کس بلا کا نام ہے
ہمیں محبتِ جانِ جاں نے دیوانہ بنا رکھا ہے

آئینۂ محبت پر برسے ہیں جو رشتوں کے پتھر
ہر اک پتھر ہم نے دامن میں چھپا رکھا ہے

کوئی شکوہ شکایت کسی سے بھی نہیں ہے
سوالوں کا جواب ہم نے حشر پر اُٹھا رکھا ہے

''میرے تمام جاں نثار میرے لیے تو مر گئے''

جون ایلیا

شوق کا رنگ بجھ گیا یاد کے زخم بھر گئے
کیا مری فصل ہو چکی کیا مرے دن گزر گئے

رہ گزر خیال میں دوش بدوش تھے جو لوگ
وقت کی گرد باد میں جانے کہاں بکھر گئے

شام ہے کتنی بے تپاک شہر ہے کتنا سہم ناک
ہم نفسو! کہاں ہو تم جانے یہ سب کدھر گئے!

پاس حیات کا خیال ہم کو بہت برا لگا
پس بہ ہجوم معرکہ جان کے بے سپر گئے

میں تو صفوں کے درمیاں کب سے پڑا ہوں نیم جاں
میرے تمام جاں نثار میرے لیے تو مر گئے

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on **020 3674 7909**

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL **07792998973**

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk